

آثارِ قیامت

مؤلف: مولانا محمد رفیع الرحمن صاحب مدنی، مولانا محمد رفیع الرحمن صاحب مدنی، مولانا محمد رفیع الرحمن صاحب مدنی

ترقیہ و ترقی

مولانا محمد رفیع الرحمن صاحب مدنی

ناشر

۸۲ سید ابوالفتح شاہ
بانی ترقی و ترقی

المجمع الرضوی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

آثار قیامت

از رشحات قلم

حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری بریلوی

ترتیب و تقدیم

محمد عبدالرحیم نشتر فاروقی، مرکزی دارالافتاء، بریلی شریف

ناشر

المجمع الرضوی، ۸۲، سوداگران، رضانگر، بریلی شریف یوپی

فون نمبر: 2458543 - 0581 فیکس نمبر 472166 - 0581

حسب فرمائش

شہزادہ تاج الشریعہ حضرت مولانا محمد عسجد رضا خان قادری بریلوی مدظلہ
نام کتاب :- آثار قیامت

نام مصنف :- حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری بریلوی
ترتیب و تقدیم :- محمد عبدالرحیم نشر فاروقی، مرکزی دارالافتاء، سوداگران، بریلی شریف
کمپوزنگ :- محمد توحید بیگ رضوی، مرکز کمپیوٹرس، سوداگران، بریلی شریف
پروف ریڈنگ :- مولینا محمد جمیل خاں رضوی و مولینا محمد مطیع الرحمن و مولینا محمد احسن.

تعداد :- گیارہ 1100 سوکاپیاں

صفحات :- چھیانوے 96 صفحات

قیمت :- تیس روپے -/Rs.30

ناشر :- المجمع الرضوی ۸۲/سوداگران، رضا نگر بریلی شریف

تقسیم کار :- مکتبہ نعیمیہ 423 میا محل، اردو بازار، جامع مسجد دہلی ۷۰

کتاب ملنے کے پتے

- ☆ قادری بکڈ پو، نزد محلہ مسجد، اسلامیہ مارکیٹ، بریلی شریف
- ☆ مکتبہ رحمانیہ، درگاہ اعلیٰ حضرت، سوداگران، بریلی شریف
- ☆ نوری پریس، درگاہ اعلیٰ حضرت، سوداگران، بریلی شریف
- ☆ مکتبہ اویسیہ، قصبہ جموا، تھانہ روڈ، گریڈ بیہ، جھارکھنڈ
- ☆ اولیا پریس، گڑھی تیر، بھگوان بازار، چھپرہ، بہار
- ☆ کتب خانہ امجدیہ، جامع مسجد، میا محل، دہلی
- ☆ اکر ا بکڈ پو، 30B محمد علی روڈ، ممبئی

انتساب

خوف و خشیت الہی اور عشق رسالت پناہی سے لبریز ان نفوس قدسیہ کے نام جن کے پاکیزہ قلوب کی ہر ہر دھڑکن یاد الہی اور پیروی سقت رسالت پناہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں دھڑکتی ہے۔

اور

دین و سنت کے ان قلمی مجاہدوں کے نام جن کے ”قلم کی سیاہی“ شہدا کے ”خون“ سے تولی جائے گی۔

اور

”آثار قیامت“ کے ان قارئین کے نام جو اسے پڑھ کر عبرت حاصل کرتے ہوئے اپنے لیے ”سامان آخرت“ مہیا کریں۔



نشر فاروقی

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	عناوین مضامین	نمبر شمار
۱۱۲/۵	تقدیم.....	۱
	آثار قیامت	
۱۸	جب لوگ نماز کو ضائع کرنے لگیں.....	۲
۲۳	جب امانت رائیگاں کر دی جائے.....	۳
۲۹	جب سود خوری کی جانے لگے.....	۴
۳۱	جب رشوت ستانی کی جانے لگے.....	۵
۳۲	جب قرآن کو گانا ٹھہرا لیا جائے.....	۶
۴۰	جب اولاد دل کی گھٹن ہو جائیں.....	۷
۴۴	جب علماء اہل ثروت کیلئے سینوں پر ہاتھ باندھے جھکیں.....	۸
۵۵	جب مسجدیں آراستہ کی جائیں.....	۹
۵۸	جب مہینے گھٹ جائیں.....	۱۰
۶۴	جب عورتیں ترکی گھوڑوں پر بیٹھیں.....	۱۱
۶۷	جب عورتیں مردوں سے/مرد عورتوں سے مشابہت کریں.....	۱۲
۷۵	جب غیر اللہ کی قسم کھائی جائے.....	۱۳
۹۰	جب آدمی بغیر طلب کے گواہی میں سبقت کرے.....	۱۴
۹۱	جب عہدے میراث ہو جائیں.....	۱۵
۹۲	جب عورتیں عورتوں سے/مرد مردوں سے بے نیاز ہوں.....	۱۶
۹۵	مآخذ و مراجع.....	۱۷

تقدیم

قیامت برحق اور اسلام کا ایک بنیادی عقیدہ ہے۔ بے شک وہ اپنے معینہ وقت پر آئے گی اور ضرور آئے گی۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ. یعنی بے شک قیامت آنے والی ہے“

جو شخص قیامت کا انکار کرے یا اس میں ذرہ برابر شک کرے وہ کافر اور خارج از اسلام ہے۔

اللہ جل مجدہ نے اپنے بندوں کو ان کے اچھے برے اعمال کی سزا و جزا دینے کے لئے ایک خاص دن مقرر کر رکھا ہے۔ جس دن وہ نیکو کاروں کو جنت کی نعمتیں اور بدکاروں کو جہنم کا عذاب دے گا، عرف شرع میں اسی دن کا نام ”قیامت“ ہے۔

قیامت کی تین قسمیں ہیں:

[۱] قیامت صغریٰ

[۲] قیامت وسطیٰ

[۳] قیامت کبریٰ

قیامت صغریٰ موت کو کہتے ہیں ”من مات فقد قامت قیامتہ“ یعنی جو مر گیا اس کی قیامت ہو گئی۔

قیامت وسطیٰ یہ ہے کہ کسی ایک قرن کے سارے لوگ مرجائیں

پھر دوسرے قرن کے نئے لوگ پیدا ہو جائیں۔

قیامت کبریٰ اس دن کو کہتے ہیں جس دن آسمان وزمین اور جو کچھ اس میں ہے سب فنا ہو جائیں گے۔ [المفوط، حصہ سوم، ص ۱۴۹]

قیامت کب، کتنے دنوں کے بعد اور کس سنہ میں آئے گی؟ اس کا علم اللہ تعالیٰ نے سوائے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام بندوں سے پوشیدہ رکھا اور خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ حکم ہوا کہ قیامت برپا ہونے کا سنہ وغیرہ اپنی امت سے چھپائے رکھیں۔

چنانچہ ”حاشیہ الصاوی علی تفسیر الجلالین“ میں ہے:

”أنه اطلع على الجنة وما فيها و النار وما فيها وغيره

ذلك مما تواترت به الاخبار ولكن أمر بكتمان البعض،

یعنی اللہ جل شانہ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جنت و

دوزخ اور ان کے داخلی امور وغیرہ سارے معاملات پر اطلاع

بخشی لیکن بعض اسرار کو پوشیدہ رکھنے کا حکم فرمایا، اس سلسلے میں

اخبار نبوی تو اتر کی حد تک مروی ہیں“ [جلد ثانی، ص ۱۰۴]

لہذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے کسی بھی امتی کو یہ نہیں بتایا کہ قیامت کب، کتنے دنوں کے بعد اور کس سنہ میں آئے گی؟ البتہ قیامت کے سنہ کے سوا قیامت کا مہینہ، قیامت کی تاریخ اور قیامت کا دن یہ سب کچھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کو بتا دیا چنانچہ آج دنیا کا بچہ بچہ یہ جانتا ہے کہ قیامت محرم کے مہینے میں، دسویں تاریخ کو، جمعہ کے دن ظہر و عصر کے درمیان آئے گی۔

وصال عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد جب قیامت کی وہ خوشبو وار ہوا گزر چکے گی جس سے تمام مومنین کی روئیں باسانی پرواز کر جائیں گی۔ صرف کافر ہی کافر بچیں گے پھر ان کافروں پر چالیس سال کا ایک ایسا زمانہ گزرے گا جس میں کسی کو اولاد نہ ہوگی، کسی کی عمر چالیس سال سے کم نہ ہوگی، کسی کو بھی وقوع قیامت کی پرواہ نہ ہوگی۔ کوئی کھانا کھا رہا ہوگا کوئی پکار رہا ہوگا، کوئی دیوار لپ رہا ہوگا، کوئی بل چلا رہا ہوگا غرض کہ سارے لوگ اپنے معمول کے کاموں میں مشغول و منہمک ہوں گے کہ دفعۃً حضرت اسرافیل علیہ السلام کو ”صور“ پھونکنے کا حکم ہوگا۔

شروع شروع میں اس کی آواز بہت باریک اور سریلی ہوگی اور رفتہ رفتہ بہت بلند اور بھیاں تک ہوتی جائے گی، لوگ کان لگا کر اس کی آواز سنیں گے، بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے اور مرجائیں گے، آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھر جائے گا، زمین میں اتنا زبردست زلزلہ اور خوفناک بھونچال آئے گا کہ زمین کاٹنے لگے گی، پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گرد و غبار کی طرح اڑنے لگے گا، چاند سورج اور ستارے بے نور ہو کر جھڑ جائیں گے یہاں تک کہ صور اور حضرت اسرافیل علیہ السلام بھی فنا ہو جائیں گے۔

اس وقت دنیا میں اس واحد حقیقی کے سوا کوئی نہ ہوگا وہ فرمائے گا:

”لَمَنْ الْمُلْكُ الْيَوْمَ۔ یعنی آج کس کی بادشاہی ہے؟“

کہاں ہیں جو رستم کرنے والے؟ کہاں ہیں گھمنڈ و تکبر کے متوالے کہاں ہیں زور و زبردستی کرنے والے؟ مگر وہاں کوئی ہوگا ہی نہیں جو کچھ جواب دے پھر اللہ واحد القہار و البجار خود ہی ارشاد فرمائے گا:

”لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ، یعنی آج صرف اللہ واحد قہار کی سلطنت ہے“
[پارہ ۲۴ سورہ مؤمن، آیت ۱۵]

پھر جب اللہ چاہے گا حضرت اسرافیل علیہ السلام کو زندہ فرمائے گا اور صور کو پیدا کر کے دوبارہ پھونکتے کا حکم دے گا، صور پھونکتے ہی تمام اولین و آخرین، جن و ملائک، انسان و حیوان غرض کہ تمام جاندار مخلوقات زندہ ہو جائیں گے۔

اس دن سب سے پہلے مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ اس کروفر کے ساتھ اپنی قبر انور سے برآمد ہوں گے کہ آپ کے دائیں ہاتھ میں حضرت صدیق اکبرؓ کا ہاتھ ہوگا اور بائیں ہاتھ میں حضرت فاروق اعظمؓ کا ہاتھ ہوگا پھر اس کے بعد حضور مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے مقابر میں جتنے بھی مسلمان ہوں گے سب کو لے کر میدانِ محشر میں تشریف لے جائیں گے جو سر زمین ملک شام پر منعقد ہوگا۔

قیامت کے آنے سے قبل بہت سے علامات و آثار قیامت کا ظہور ہوگا جن کا تفصیلی علم اللہ رب العزت نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمایا اور آپ نے وہ علامتیں اپنی امت پر آشکار فرمادیں۔ چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”قام فبنار سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقاما ما ترک شیئاً یکون فی مقامہ ذلک الی قیام الساعة الاحدث بہ حفظہ من حفظہ ونسیہ من نسیہ قد علمہ اصحابی هؤلاء وانه لیكون منه الشیء قد نسیته فأراه فاذکرہ

کما یدکر الرجل وجه الرجل اذا غاب عنه ثم اذراہ
عرفہ یعنی ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
کہنے سے ہو کر قیامت تک پیش آنے والی ہر چیز بتادی جسے
میرے یہ ساتھی جانتے ہیں پھر جس نے انھیں یاد رکھا سو یاد
رکھا اور جو بھول گیا سو بھول گیا جب کوئی بات واقع ہوتی تو
میرے ان ساتھیوں میں سے کوئی بتا دیتا جس کو میں بھول گیا
ہوتا تو مجھے ایسے یاد آ جاتی جیسے کسی غائب آدمی کا چہرہ بیان کیا
جاتا اور میں دیکھ کر اسے پہچان لیتا“ [مشکوٰۃ شریف ص ۳۶۱]

بلاشبہ یہ پیشین گوئیاں حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بے
انتہا سمندر علم کا ایک قطرہ اور ”وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ“ کا ایک
چھوٹا سا نمونہ ہیں۔

ان پیشین گوئیوں اور علامتوں کی دو قسمیں ہیں ایک ”علامات صغریٰ“
یعنی چھوٹی نشانیاں اور دوسری ”علامات کبریٰ“ یعنی بڑی نشانیاں۔

علامات صغریٰ وہ نشانیاں ہیں جن کا ظہور قیامت آنے سے بہت
پہلے ہی ہونے لگے گا اور علامات کبریٰ وہ نشانیاں ہیں جو قیامت کے بالکل
قریب ظہور پذیر ہوں گی۔

زیر نظر کتاب ”علامات صغریٰ“ سے متعلق ”کنز العمال“ کی ایک
ایسی حدیث پر مشتمل ہے جو تقریباً قیامت کی ۷۲ نشانوں کو محیط ہے۔

مرشدی، ملاذی و استاذی حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ الحاج
الشاہ المفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری بریلوی مدظلہ النورانی نے سب

سے پہلے اس حدیث پاک کا سلیس ترجمہ فرمایا ہے، اس کے بعد صرف ان آثار و علامات پر کلام فرمایا ہے جو عام فہم نہ تھے اور جو علامات عام فہم اور واضح تھے ان کا ترجمہ ہی اس انداز میں فرمایا ہے کہ مزید کسی تشریح و توضیح کی ضرورت باقی نہیں رہی ہے۔

حضور تاج الشریعہ نے جن علامات و آثار کی تشریح و توضیح کی ہے انھیں خاص طور پر ان کی مؤید احادیث کریمہ ہی سے واضح فرمایا ہے اس طرح یہ کتاب ”آثار قیامت“ پر مشتمل حدیثوں کا ایک مبسوط اور نادر و دل آویز گلدستہ بن گئی ہے نیز اس کتاب میں آپ نے ”آثار قیامت“ سے متعلق بیشتر ان گوشوں کو آشکار فرمایا ہے جو اب تک عام لوگوں کی نظروں سے اوجھل تھے۔

اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں جو بھی بات کہی گئی ہے اسے حوالوں سے مدلل و مبرہن کیا گیا ہے۔ مزید راقم نے ان حوالوں کی استخراج کے ساتھ ساتھ ان کی اصل عبارتیں بھی نقل کر دی ہے جس سے باذوق قاری کے لیے یہ آسانی پیدا ہو گئی ہے کہ وہ جب چاہے ان کے مآخذ و مراجع کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔

راقم نے کتاب میں بعض مقامات پر حاشیے کا بھی اضافہ کر دیا ہے مقصد یہ ہے کہ قاری کے لیے ”آثار قیامت“ سے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات فراہم کر دی جائیں تاکہ ان سے عبرت حاصل کرتے ہوئے اپنے شب و روز گزارے جائیں۔

اس سلسلے میں راقم شہزادہ حضور تاج الشریعہ حضرت مولینا محمد عسجد

رضا خان قادری بریلوی اور حضرت مولینا مفتی محمد شعیب رضا صاحب نعیمی کا سپاس گزار ہے کہ آپ حضرات نے وقتاً فوقتاً مناسب رہنمائی فرمائی۔
راقم حضرت مولینا مفتی محمد یونس رضا اویسی، حضرت مولینا قاری محمد افروز قادری چریا کوٹی، حضرت مولینا مفتی محمد مطیع الرحمن رضوی، حضرت مولینا مفتی محمد جمیل خان قادری بریلوی، حضرت مولینا محمد ارشاد احمد وغیرہم اور جملہ معاونین کا نہایت ہی شکر گزار ہے کہ انھوں نے پروف ریڈنگ اور تصحیح و تخریج میں میرا مکمل ساتھ دیا۔

ناپاسی اگر محبت گرامی محمد توحید بیگ رضوی، کمپیوٹر آپریٹر ”مرکز کمپیوٹرس“ کا ذکر نہ کیا جائے، موصوف نے بھی ہمہ وقت اس سلسلے میں اپنا تعاون فرمایا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ جملہ معاونین کو جزائے تام عطا فرمائے اور اس کتاب کو مقبول خاص و عام، ذریعہ رشد و ہدایت انام اور آخرت میں مجھ ناچیز کے لیے سبب غافرا ثام بنائے!
آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ و اصحابہ اجمعین



محمد عبدالرحیم نشتر فاروقی
یکے از خدام حضور تاج الشریعہ و مرکزی دارالافتاء
۸۲/ سوداگران، رضانگر، بریلی شریف، یوپی



از

حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری بریلوی

المجمع الرضوی ۸۲ رسو داگران، رضا نگر، بریلی شریف

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم
 عن زید بن واقد عن مکحول عن علی
 قال قال رسول الله ﷺ: من اقتراب الساعة اذا
 رأیتم الناس أضعوا الصلاة، وأضعوا الأمانة، و
 استحلوا الكبائر، وأكلوا الربا، وأخذوا الرشی، و
 شيدوا البناء، وأتبعوا الهوى، وباعوا الدين بالدينار،
 واتخذوا القرآن مزامير، واتخذوا جلود السباع
 صفافا، والمساجد طرقا، والحريير لباسا، وكثر الجور،
 وقشا الزنا، وتهاونوا بالطلاق، واثمن الخائن،
 وخون الأمين، وصار المطر قيظا، والولد غيظا، و
 أمراء فجرة، ووزراء كذبة، وأمناء خونة، وعرفاء
 ظلمة، وقلت العلماء، وكثرت القراء، وقلت الفقهاء،
 وحليت المصاحف وزخرفت المساجد، وطولت
 المنابر، وفسدت القلوب، واتخذوا القينات، و
 استحلّت المعازف، وشربت الخمر، وعطلت
 الحدود، ونقصت الشهور، ونقصت المواثيق،
 وشاركت المرأة زوجها في التجارة، وركب النساء
 البراذين، وتشبهت النساء بالرجال والرجال بالنساء،
 ويحلف بغير الله، ويشهد الرجل من غير أن

یستشهد، و كانت الزكاة مغرماً، والامانة
مغنماً، وأطاع الرجل امرأته وعق أمه وأقصى أباه
وصارت الامارات موارث، وسب آخر هذه
الامة اولها، و أكرم الرجل اتقاء شره، وكثرت
الشرط، وصعدت الجهال المناير وليس الرجال
التيحان، وضيق الطرقات، وشيد البناء واستغنى
الرجال بالرجال والنساء بالنساء، وكثرت خطباء
منايركم، وركن علمائكم إلى ولا تكم فاحلوا لهم
الحرام وحرموا عليهم الحلال وأفتوهم بما يشتهون،
و تعلم علماءكم العلم ليحلبوا به دنانيركم و
دراهمكم واتخذتم القرآن تجارة، وضيعتم حق
الله في أموالكم، وصارت أموالكم عند شراركم،
وقطعتم أرحامكم، وشربتم الخمر في ناديككم و
لعبتم بالميسر، وضربتم بالكبر والمعزفة والمزامير،
ومنعتم محاويجكم زكائكم و رأيتموها مغرماً،
وقتل البري ليغيظ العامة بقتله واختلفت
أهواؤكم، وصار العطاء في العبيد والسقاط،
وطفف المكائيل والموازين، وليت أموركم
السفهاء (أبو الشيخ في الفتن وعويس في جزئه
والديلمي).

حضرت زید ابن واقد سے روایت ہے، انھوں نے مکحول سے روایت کی، انھوں نے مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کی۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ: قرب قیامت کی نشانیوں میں سے ہے، جب تم دیکھو لوگوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور امانت کو رائیگاں کر دیا اور کبیرہ گناہوں کو حلال ٹھہرایا اور سود خوری اور رشوت ستانی کی اور مکان پختہ بنائے اور خواہشوں کی پیروی کی اور دین کو دنیا کے بدلے بیچا اور قرآن کو گناہ ٹھہرایا اور جب تم دیکھو لوگوں نے درندوں کی کھالوں کو بطور زین استعمال کیا اور مسجدوں کو راستہ بنالیا اور مردوں نے ریشم کو پہناوا ٹھہرایا اور جب ظلم زیادہ ہو اور زنا عام ہو اور طلاق معمولی بات سمجھی جائے اور خائن کے پاس امانت رکھی جائے اور امین کو خائن ٹھہرایا جائے اور بارش باعث شدت گرمی ہو جائے اور جب اولاد دل کی گھٹن ہو جائے اور بدکار امر آوے اور جھوٹے وزیر اور خائن امیر اور ظالم محتسب ہوں اور علماء اہل ثروت کے لئے سینوں پر ہاتھ رکھ کر جھکیں اور قرآن بکثرت ہوں اور فقہاء کی قلت ہو اور مصاحف سونے چاندی سے مزین کئے جائیں اور مسجدیں آراستہ کی جائیں اور منبر دراز کئے جائیں اور دل فاسد ہو جائیں اور لوگ گانے والیاں رکھیں اور باجے حلال ٹھہرائے جائیں اور شرابیوں کی جائیں

۱۔ یعنی گانے کے طور پر اتار چڑھاؤ کے ساتھ قرآن پڑھیں گے یا ساز کے ساتھ قرآن کی تلاوت کریں گے اور غالباً یہ پچھلی بات بھی واقع ہوگئی اور پہلی بات تو قرآن کے زمانہ میں عام ہے ۱۲۰ھ ہری غفرلہ۔

۲۔ اس سے شیر وغیرہ کی کھال پر بیٹھنے سے ممانعت معلوم ہوتی ہے اور یہ ممانعت بعض حدیثوں میں وارد ہوئی اور اگر اس سے مقصود غر و مباہات ہو تو اس سے ممانعت اس کی (بقید اگلے صفحہ پر)

اور اللہ کے حدود معطل کیے جائیں اور مہینے گھٹ جائیں اور عہد و پیمان توڑے جائیں اور عورت اپنے شوہر کی تجارت میں شریک ہو اور عورتیں ترکی گھوڑوں پر بیٹھیں اور عورتیں مردوں سے اور مرد عورتوں سے مشابہت کریں اور غیر اللہ کی قسم کھائی جائے اور آدمی گواہی میں سبقت کرے بغیر اس کے کہ گواہی طلب کی جائے اور زکوٰۃ تاوان ٹھہرے اور امانت مال غنیمت اور مرد اپنی بیوی کی اطاعت کرے اور ماں کی نافرمانی کرے اور باپ کو دور رکھیں اور عہدے میراث ہو جائیں اور اس امت کے پچھلے لوگ اگلوں کو گالیاں دیں اور آدمی کی عزت اس کے شر کے ڈر سے ہو اور سپاہیوں کی کثرت ہو اور جاہل منبر پر چڑھیں اور مرد تاج پہنیں اور راستے تنگ ہوں اور رہائش کے مکان اونچے پختہ بنیں اور مرد مردوں سے اور عورتیں عورتوں سے بے نیاز ہوں اور تمہارے منبر کے خطیب بکثرت ہوں اور تمہارے علماء تمہارے والیوں کی طرف جھکیں تو ان کے لئے حرام حلال ٹھہرا دیں اور حلال کو حرام کر دیں اور ان کو من چاہا فتویٰ دیں اور تمہارے علماء علم اس لئے سیکھیں کہ تمہارے رئیسوں کے دینار و درہم اکٹھا کریں اور تم قرآن کو تجارت ٹھہرا لو اور تمہارے مالوں میں جو اللہ کا حق ہے اسے ضائع کر دو اور تمہارے مال تمہارے اشرار کے قبضوں میں

(بقیہ صفحہ گذشتہ) کی تحریم کا فائدہ دے گی، ۱۲، از ہری غفرلہ۔

۳۔ غالباً مطلب یہ ہے کہ بارش کم ہو اور خشک سالی عام ہو، یا بارش کا اثر یعنی سبزہ اور خشکی ہوا

مرتب نہ ہو، ۱۲، از ہری غفرلہ۔

۴۔ اس کے مصداق فی زمانہ نارفیض، خارجی، وہابی، دیوبندی، نیچری، قادیانی وغیرہم اور ان جیسے دیگر فرقہ ہائے باطلہ ہیں، ۱۲، از ہری غفرلہ۔

ہوں اور تم اپنے رشتوں کو کاٹو اور اپنی مجلسوں میں شراہیں پیو اور جوا کھیلو اور
 طبلہ بجاؤ اور مزامیر کے آلات بجاؤ اور اپنے محتاجوں کو اپنی زکوٰۃ نہ دو اور
 زکوٰۃ لوٹا، ان سمجھو اور بے گناہ کا قتل ہوتا کہ عام لوگ اس کے قتل سے گھٹیں
 اور تمہارے خیالات مختلف ہوں اور بخششیں غلاموں میں اور کم مرتبہ
 لوگوں میں عام ہوں اور پیانے اور ترازوئیں کم ہوں اور تمہارے امور
 کے والی بے وقوف لوگ ہوں۔

جب لوگ نماز کو ضائع کرنے لگیں

نماز کو ضائع کرنا چند طور سے ہے۔ نجاست سے پرہیز نہ کرے کپڑے میں اس قدر نجاست ہو جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے یا ناپاک جگہ میں نماز پڑھے یا وضو صحیح طور پر نہ ہو یا نماز میں کوئی شرط یا رکن ادا نہ ہو یا معاذ اللہ دل طہارت باطنی و نور ایمانی سے خالی ہو یا بس طور کہ اللہ و رسول جل و علا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم سے خالی ہو اور ضروریات دین میں سے کسی امر ضروری دینی مثلاً اللہ کی پاکی، نبی کے علم غیب یا خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ختم نبوت وغیرہ کا منکر ہو اگرچہ زبان سے کلمہ پڑھتا ہو اور یہ آخری صورت بدترین حالت ہے۔

جس میں نماز ہی کو رائیگاں کرنا نہیں بلکہ ایمان کو بھی ضائع کرنا ہے۔ آج کل اس کے مصداق وہابیہ، دیانہ، قادیانی، روافض اور تمام منکران ضروریات دین ہیں۔ انھیں کے لئے منجر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غیب کی سچی خبر دی:

”سب صلی قوم لا دین لهم۔ یعنی ایک ایسی قوم نماز پڑھے گی جس کا دین نہ ہوگا“

ان تمام صورتوں میں نماز اصلاً ہوتی ہی نہیں اگرچہ ظاہری صورت نماز کی دیکھنے میں آتی ہے اور نماز کو رائیگاں کرنے کی یہ صورت بھی ہے کہ اصلاً نماز نہ پڑھے اور نماز کو ضائع کرتا یہ بھی ہے کہ رکوع و سجود میں طمانیت جو کہ واجب ہے، نہ کرے۔

اسی طرح واجبات نماز میں سے کوئی واجب چھوڑ دینا، یا خشوع و خضوع کے بغیر نماز پڑھنا، ان تمام صورتوں میں تفسیح صلوٰۃ لازم آتی ہے۔

”بخاری شریف“ میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ انہوں نے دیکھا ایک شخص کو کہ رکوع و سجود کامل طور پر نہیں کر رہا تھا جب اس نے اپنی نماز پوری کی تو حضرت حذیفہ نے کہا تو نے نماز نہیں پڑھی راوی کا بیان ہے میں گمان کرتا ہوں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شخص سے کہا کہ اگر تو اس حالت پر مرا تو سنت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نہ مرے گا۔

حدیث پاک کے الفاظ یہ ہیں:

”عن حذیفۃ انہ رأى رجلا لا يتم ركوعه ولا

سجوده فلما قضی صلاته قال له حذیفۃ ما صلیت

قال واحسبه قال لو مت مت علی غیر سنة محمد

صلی اللہ علیہ وسلم“ [بخاری شریف، جلد اول، ص ۵۶]

نماز کو ضائع کرنا یہ بھی ہے کہ وقت گزار کر پڑھے، اسی ”بخاری شریف“ میں حضرت زہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں دمشق میں انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ روتے تھے تو میں نے عرض کی کہ آپ کے رونے کا سبب کیا ہے؟ انہوں نے کہا: میں نبی علیہ السلام کے زمانے کی کوئی چیز نہیں پہچانا سوائے اس نماز کے اور یہ نماز بھی ضائع کر دی گئی۔

حدیث پاک کے الفاظ یہ ہیں:

”عن عثمان ابن روّاد اخی عبد العزیز قال سمعت
 الزهري يقول دخلت على انس بن مالك
 بدمشق وهويكي فقلت ما يكيك فقال لا اعرف
 شيئا مما ادركت الا هذه الصلوة وهذه الصلوة
 قد ضيعت“ [بخاری شریف، جلد اول، ص ۷۶]

اس حدیث کو نماز کو اس کا وقت گزار کر ادا کرنے کے بیان میں امام
 بخاری نے ذکر کی۔ نیز طبرانی میں انہیں انس ابن مالک رضی اللہ عنہ سے
 روایت کی فرماتے ہیں فرمایا: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو نمازیں انکے
 وقتوں پر پڑھے اور ان کا وضو کامل ہو اور نمازوں میں قیام خشوع و رکوع و سجود
 کامل طور پر کرے تو اس کی نماز سفید چمکتی ہوئی نکلتی ہے کہتی ہے اللہ تیری
 حفاظت کرے جس طرح تو نے میری حفاظت کی اور جو ناوقت نماز پڑھے اور
 وضو کامل نہ کرے اور نہ خشوع و رکوع و سجود تمام کرے تو اس کی نماز نکلتی ہے سیاہ
 اندھیری، کہتی ہے اللہ تجھے ضائع کرے جیسا کہ تو نے مجھے ضائع کیا یہاں
 تک کہ جب اس جگہ پر پہنچتی ہے جہاں اللہ چاہتا ہے۔ لپیٹ دی جاتی ہے
 جیسے کہ پرانا کپڑا لپیٹ دیا جاتا ہے پھر اس نمازی کے منہ پر مار دی جاتی ہے۔

اسی کے ہم معنی حضرت عبادہ ابن صامت سے مروی ہے اور کعب
 ابن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ فرمایا: ہمارے رسول اللہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم جلوہ گر ہوئے اور ہم سات نفر تھے، چار ہمارے آزاد کردہ غلاموں
 میں سے اور تین ہمارے عربوں میں سے۔ ہم لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم کی مسجد پر اپنی کمر نکائے تھے تو فرمایا تم لوگ کس لئے بیٹھے ہو؟ ہم نے

عرض کیا ہم بیٹھے ہیں نماز کے انتظار میں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھوڑی دیر ٹھہرے پھر ہم پر توجہ فرمائی تو فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ تمہارا رب کیا فرماتا ہے؟ ہم نے عرض کیا نہیں فرمایا تو جان لو کہ تمہارا رب فرماتا ہے جو پانچوں نمازیں ان کے وقتوں پر پڑھے اور ان نمازوں کی پابندی کرے اور ان کے آداب کی حفاظت کرے اور نمازوں کو ضائع نہ کرے اور نمازوں کو ناحق تساہل سے ضائع نہ کرے تو اس کے لئے میرے اوپر عہد ہے کہ میں اس کو جنت میں داخل کروں اور جو ان نمازوں کو ان کے وقتوں پر نہ پڑھے اور ان کے آداب کی حفاظت نہ کرے اور ناحق تساہل سے انہیں ضائع کر دے تو اس کے لئے میرے اوپر کوئی عہد نہیں۔ چاہوں تو عذاب دوں اور چاہوں تو بخش دوں۔

حدیث پاک کے الفاظ یہ ہیں:

”وعن انس بن مالک قال قال رسول الله ﷺ من صلى الصلوات لوقتها واسبغ لها وضوءها واتم لها قيامها وخشوعها وركوعها وسجودها خرجت وهي بيضاء مسفرة تقول حفظك الله كما حفظتني ومن صلى لغير وقتها ولم يسبغ لها وضوءها ولم يتم لها خشوعها ولا ركوعها ولا سجودها خرجت وهي سوداء مظلمة تقول ضيعك الله كما ضيعتني حتى اذا كانت حيث شاء الله لفت كما يلف الثوب الخلق ثم ضرب بها وجهه رواه

الطبرانی فی الاوسط وفيه عباد بن كثير وقد
اجمعوا على ضعفه. قلت ويأتي حديث عبادة
بنحو هذا في باب من لا يتم صلاته ويسئ ركوعها
وعن كعب بن عجرة قال خرج علينا رسول الله
ﷺ ونحن سبعة نفر اربعة من موالينا وثلاثة من
عربنا مسندى ظهورنا الى مسجده فقال ما
اجلسكم قلنا جلسنا ننتظر الصلاة قال فأرم
قليلا ثم اقبل علينا فقال هل تدرون ما يقول
ربكم قلنا لا قال فان ربكم يقول من صلى الصلوات
الخمسة لوقتها وحافظ عليها ولم يضعها استخفافاً
لحقها فله على عهدان ادخله الجنة ومن لم
يصلها لوقتها ولم يحافظ عليها وضعها استخفافاً
بحقها فلا عهد له على ان مثت عذبه وان
مثت غفرت له“ [مجمع الزوائد، جلد اول، ص ۳۰۲]

اس حدیث کو روایت کیا طبرانی نے ”اوسط“ میں اور ”کبیر“ میں اور
امام احمد کے الفاظ یوں ہیں: راوی نے کہا اس دوران کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کی مسجد میں بیٹھا تھا۔ ہم لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مسجد کی
طرف اپنی کمر نکائے تھے۔ اتنے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حجرہ مقدسہ
سے باہر تشریف لائے نماز ظہر کے وقت میں تو فرمایا: تم لوگ..... الی آخر۔
اس کے بعد امام احمد نے مذکورہ بالا حدیث کے ہم معنی روایت کی۔

جب امانت رائیگاں کر دی جائے

یعنی امانت کو اس کے مستحق تک نہ پہنچایا اور حدیث میں لفظ امانت امام نے جو مال علم عمل سب کو شامل ہے۔
 ”تفسیر خازن“ میں زیر آیت کریمہ:

”إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا. یعنی
 بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں
 انہیں سپرد کرو“ [پارہ ۵ سورہ نساء، آیت ۵۸۔ کنز الایمان]

یہ آیت تمام امانت کو شامل ہے تو اس کے حکم میں ہر وہ امانت
 داخل ہے جس کی ذمہ داری انسان کو سونپی گئی ہے اور یہ تین قسم پر ہے:
 پہلی یہ کہ اللہ کی امانت کو ملحوظ رکھے اور یہ اللہ کے احکام بجالانا
 اور ممنوعات سے پرہیز کرنا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود کا قول ہے کہ
 امانت ہر شے میں لازم ہے یہاں تک کہ وضو اور جنابت سے پاکی کے
 لئے غسل نماز، زکوٰۃ، روزہ اور ہر قسم کی عبادات میں۔

دوسری قسم یہ ہے کہ بندہ اپنے نفس میں اللہ کی امانت ملحوظ رکھے
 اور وہ اللہ کی وہ نعمتیں ہیں جو اللہ نے بندے کے تمام اعضا میں رکھی ہیں تو
 زبان کی امانت یہ ہے کہ زبان کو جھوٹ، غیبت، چغلی وغیرہ خلاف شرع
 باتوں سے محفوظ رکھے اور آنکھ کی امانت یہ ہے کہ محرّمات پر نگاہ سے آنکھ کو
 بجائے اور کان کی امانت یہ ہے کہ لغو، بے حیائی اور جھوٹی باتیں اور اس کے
 منسلک خلاف شرع باتیں سننے سے پرہیز کرے۔

تیسری قسم یہ ہے کہ بندہ اللہ کے بندوں کے ساتھ معاملات میں امانت کا لحاظ رکھے۔ لہذا اس پر ودیعت اور عاریت کا ان لوگوں کو لوٹانا ضروری ہے جنہوں نے اس کے پاس یہ امانتیں رکھیں اور اس میں ان کے ساتھ خیانت کرنا منع ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا امانت اس کو پہنچا جس نے تیرے پاس امانت رکھی اور اس کے ساتھ خیانت نہ کر جس نے تیرے ساتھ خیانت کی۔

”رواہ ابو داؤد و ترمذی فقال حدیث حسن غریب“

یعنی امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

اسی میں ناپ اور تول کو پورا کرنا داخل ہے۔ لہذا ان میں کمی کرنا حرام ہے اور اس کے عموم میں امیروں اور بادشاہوں کی رعیت کے ساتھ اور علما کا عام مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی داخل ہے تو یہ تمام چیزیں اس امانت کی قبیل سے ہیں جس کا ان کے مستحقین کو پہنچانے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا۔ علامہ بغوی نے اپنی سند سے روایت کی۔ فرماتے ہیں: کم ایسا ہوا کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور یہ نہ فرمایا ہو کہ اس کا ایمان نہیں جس کے پاس دیانت داری نہیں اور اس کا دین نہیں جس کو عہد کا پاس نہیں۔

علامہ موصوف کے الفاظ یہ ہیں:

”عن انس قال فلما خطبنا رسول الله صلى الله

تعالى عليه وسلم الا قال لا ايمان لمن لا امانة له

ولادین لمن لا عہدہ“ [تفسیر خازن، جلد اول، ص ۳۷۱]
 اقول علما کی عام مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی یہی ہے کہ وہ اللہ
 جل و علا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام ان تک پہنچائیں اور
 اہل کو وہ علم سکھائیں جو ان کے پاس اس کی امانت ہے اس کو چھپالینا امانت
 کو ضائع کرنا ہے۔ ۱۔

امام جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب ”الآلی المصنوعہ“
 میں اپنی سند سے سرکار سے روایت کیا:

”عن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ تناصحوا
 فی العلم ولا یکتب بعضکم بعضا فان خیانة فی
 العلم اشد من خیانة فی المال۔ یعنی حضرت عباس
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم نے کہ علم کے معاملے میں خیر خواہی سے کام لو
 اور کوئی کسی سے علم نہ چھپائے۔ اس لئے کہ علم میں خیانت
 مال میں خیانت سے سخت تر ہے“ [جلد اول، ص ۲۰۸]

۱۔ امانت کی بربادی اس طرح بھی ہوگی کہ ہر کام نا اہلوں کے سپرد ہو جائیں۔ چنانچہ حضرت
 ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: یسئالہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم یحدث اذ جاء اعرابی فقال منی الساعة قال اذا ضیعت الامانة فانظر الساعة
 قال کیف اضاعتها قال اذا وسد الامر الی غیر اہلہ فانظر الساعة یعنی اس دوران کہ نبی
 کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گفتگو فرما رہے تھے ایک اعرابی آیا اور عرض کیا کہ: قیامت کب آئے
 گی؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب امانت بربادی جانے لگے تو تم قیامت
 کا انتظار کرو۔ اس نے سوال کیا امانت کی بربادی کس طرح ہوگی؟ ارشاد ہوا جب ہر کام
 نا اہلوں کو سونپا جانے لگے تو تم قیامت کا انتظار کرو [مشکوٰۃ شریف، ص ۳۶۹] (بقیہ اگلے صفحہ پر)

تقریر بالا سے روشن ہو گیا اور ادائے فرضیت و امانت کا معنی خوب روشن ہو گیا اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ امانت کو ضائع کرنا ان تمام مذکورہ صورتوں کو شامل ہے۔ یہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وہن مبارک سے نکلے ہوئے ایک کلمہ کی جامعیت اور اس میں کثرت معانی کا یہ حال ہے کہ کسی کا بیان اس کا احاطہ نہیں کر سکتا۔

میں شار تیرے کلام پر ملی یوں تو کس کو زباں نہیں
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیاں ہے جس کا بیاں نہیں
”علم کو چھپانا“ اس سے مراد یہ ہے کہ اہل سے پوشیدہ نہ رکھے
جیسا کہ تقریر بالا میں گزرا اور خود آیت کریمہ سے یہ قید صراحتاً مستفاد ہے
اور بلاشبہ یہ مال میں خیانت سے زیادہ سخت ہے کہ بعض صورتوں میں
کتمان علم سے نوبت کفر تک پہنچتی ہے جیسے حضور ﷺ کے فضائل جلیلہ شہیرہ

(بقیہ گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) صادق المصدق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی بھی فی زمانہ
ظاہر ہونے لگی ہے۔ چنانچہ ہم آج دیکھ رہے ہیں کہ حکومت و سلطنت ایسے لوگوں کے ہاتھ میں
ہے جو کسی طرح بھی اس کے اہل نہیں، اسی طرح گاؤں کی سرداری و پردھانی نالائقوں کے
سپردہ ہے، حد تو یہ ہے کہ مساجد کی تولیت اور ان کا انتظام و انصرام بھی ایسے ایسے بے نمازی اور
دنیا دار مالداروں و سبھوں کے ہاتھ ہے جو عموماً عید و بقر عید کی نماز پڑھ لیتے ہیں یا کبھی کبھی جمعہ
کی نماز کے لئے مسجدوں میں آ جاتے ہیں۔ یونہی دینی درسگاہوں اور دیگر قومی اداروں کے
اعلیٰ عہدیداران مثلاً ناظم اعلیٰ اور سیکریٹری کا عہدہ ایسے لوگوں کے سپرد کیا جا رہا ہے جو علم دین
اور قوم کے مسائل و ضروریات سے قطعی نااہل ہیں۔

ظاہری بات ہے اگر اچھی سے اچھی چیز بھی نااہلوں کے ہاتھ میں پہنچ جائے تو وہ بد
سے بدتر ہو ہی جائے گی۔ غرض کہ اس زمانے کا ہر کام نااہلوں اور نالائقوں کے سپرد ہے لیکن پھر
بھی خدا کا فضل ہے کہ کچھ لوگ ابھی ان عہدوں کے لائق اور اہل موجود ہیں، ۱۲ فاروقی غفرلہ۔

لشیرہ کو چھپانا اور ان کے بجائے ایسی باتیں بیان کرنا جس سے تنقیص
شان رسالت ہوتی ہے۔ یہ اگلے زمانے میں یہودیوں کی خصلت تھی اور
اب اس کے مصداق وہابیہ، دیابہ وغیرہ ہیں۔

سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر امت میں
کچھ لوگ یہودی ہیں اور میری امت کے یہودی تقدیر الہی کے جھٹلانے
والے ہیں۔ [اللائلی المصنوعہ]

مفہوم حدیث سے خوب ظاہر کہ کچھ لوگوں کو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم نے تکذیب اور کتمان حق کی وجہ سے یہودی فرمایا تو وہابیہ وغیرہم جو
حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے علم غیب ہی کے منکر ہیں اور دانستہ فضائل
چھپاتے ہیں اور ضروریات دین کو نہیں مانتے، یہ بھی بلاشبہ اس حدیث کے
مصداق ہیں اور وہ حدیث جس میں فرمایا کہ اس کا ایمان نہیں جس کے
پاس دیانت نہیں ان منکرین کے حق میں اپنے ظاہری معنی پر ہے تو ان کی
کلمہ گوئی اصلاً انہیں مفید نہیں۔ ۷

ذیاب فی ثیاب لب پہ کلمہ دل میں گستاخی

سلام اسلام ملحد کو کہ تسلیم زبانی ہے

یہاں سے ظاہر ہوا کہ حدیث میں قرب قیامت کی نشانیوں میں
جو یہ فرمایا کہ کبیرہ گناہوں کو حلال ٹھہرائیں گے، یہ (جملہ) فقرہ سابقہ سے
مربوط ہے اور دونوں میں علاقہ سبب و مسبب کا ہے۔ یعنی جب امانت ان
سے مسلوب ہو جائے گی تو اس کا ضائع کرنا یہی ہے کہ وہ کبیرہ گناہوں میں
بے پرواہی کے ساتھ مبتلا ہو جائیں گے یا معاذ اللہ انہیں دل سے حلال

جان کرا ایمان سے دور اور دین سے بے زار ہو جائیں گے۔

حدیث دونوں معنی کو شامل ہے اور دونوں فریق حدیث کے الگ الگ محمل کے اعتبار سے حدیث کے مصداق ہیں اور دوسرا فریق یعنی جو محرمات قطعیہ کو حلال جانے، مسلوب الامانت ایمان سے محروم، اسلام سے خارج ہیں اور اللہ کی عظمت کے لحاظ سے ہر گناہ اور ہر معصیت کبیرہ ہے اگرچہ بعض معاصی بمقابلہ بعض کبیرہ ہیں اور بعض صغیرہ ہیں اور کبیرہ کی جامع تعریف یہ ہے کہ وہ ہر ایسی معصیت ہے جس کے مرتکب پر کتاب و سنت میں وعید شدید آئی اور جس کے ارتکاب سے عدالت ساقط ہو جاتی ہے۔ جیسے سود خوری، یتیم کا مال کھانا، ماں باپ کی نافرمانی، قطع رحم، جادو، چغلی، جھوٹی گواہی اور حاکم کے پاس ناحق لوگوں کی شکایت کرنا، زنا کی دلائی اور محارم کے معاملہ میں بے غیرتی وغیرہ، یوں ہی وہ گناہ جس کے مرتکب پر لعنت وارد ہوئی، اسی طرح ہر صغیرہ جس پر اصرار کرے اور بار بار اس کا مرتکب ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

”لا کبیرۃ مع الاستغفار ولا صغیرۃ مع الاصرار۔ یعنی استغفار کے ساتھ کوئی گناہ کبیرہ نہیں رہتا اور اصرار کے ساتھ کوئی گناہ صغیرہ نہیں رہتا“ [فیض القدیر، جلد ۶، ص ۴۳۶]

جب سود خوری کی جانے لگے

یعنی قرب قیامت کے آثار میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ سود خوری عام طور پر مسلمانوں میں پائی جائے گی۔ مسلمان ایک دوسرے سے سود کا لین دین کریں گے یعنی ناپ تول والی جنس کو جیسے گیہوں، سونا، چاندی وغیرہ اسی جنس کے بدلے تفاضل کے ساتھ بیچیں گے زیادہ لینے کی شرط پر مسلمان مسلمان کو ادھار دے گا۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ سود مسلمان اور مسلمان یا مسلمان اور ذمی کے درمیان مال معصوم میں ہوتا ہے اور اس پر خود حدیث کا پہلا فقرہ کہ ”نماز کو ضائع کریں گے“ قرینہ ہے۔

نیز اس حدیث میں تصریح فرمائی کہ مسلمان اور حربی کافر کے درمیان سود نہیں۔ لہذا آج کل کفار سے زیادہ لینا سود کی حد میں نہیں آتا۔ لہذا ان سے بغیر بد عہدی کے جو کچھ جس طریقے سے ملے، وہ مسلمان کے لئے جائز ہے۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ قال رسول اللہ علیہ وسلم یاتنی علی الناس زمان لا یالی البصر ما لخدمته امن الحلال ام من الحرام یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگ یہ خیال نہ کریں گے کہ انھوں نے حلال حاصل کیا یا حرام“ [مشکوٰۃ شریف، ص ۲۴۱]

چنانچہ آج بعض لوگ یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ ”آج کل تو حلال ملتا ہی نہیں“ چونکہ حلال میں فضول خرچی اور عیش و مستی کی گنجائش نہیں رہتی۔ اس لئے لوگ یہ تاویل کر لیتے ہیں کہ ”آج کل تو حلال ملتا ہی نہیں“

حالانکہ حدیث پاک میں اس کی سخت وعید وارد ہے چنانچہ فرمایا (بقیہ اگلے صفحہ پر)

یہاں سے بینک اور ڈاکخانے کے منافع کا حکم معلوم ہوا۔ تفصیل کے لئے ”رسالہ بینک“ مرتبہ مفتی قاضی عبدالرحیم بستوی مطبوعہ قادری بکڈپو نومحلہ بریلی شریف، ملاحظہ ہو۔

یونہی مسلم اپنے مسلمان بھائی کو قرض ادا کرنے کی صورت میں بلا شرط بطور انعام کچھ دیدے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔

مندرجہ بالا تقریر سے یہ بھی روشن ہوا کہ ربا (سود) کے لئے قدر (ناپ تول) و جنس کی شرط ہے اس صورت میں ان دونوں میں سے کوئی بات نہ پائی جائے تو سود نہ ہوگا۔ لہذا نوٹ کے بدلے نوٹ کمی بیشی پر لینا دینا جب کہ یہ نقد ہو جائز ہے۔

تفصیل کے لئے ”کفل الفقہ الفہم فی احکام قرطاس الدراہم“ مصنفہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ ملاحظہ ہوا اور گیہوں کو جو وغیرہ مختلف جنس سے تفاضل کے ساتھ بیچنا جائز ہے کہ گیہوں اور جو ایک جنس نہیں اور روٹی کو گیہوں یا آٹے کے بدلے کمی یا زیادتی کے ساتھ بیچنا بھی جائز ہے۔ اس لئے کہ یہاں جنس متحد ہے لیکن روٹی میں مقدار جو کہ شرط سود ہے۔ مفقود ہے۔

(بقیہ گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے: لا یدخل الجنة لحم نبت من السحت وکل لحم نبت من السحت کانت النار اوالیٰ بہ۔ یعنی جنت میں وہ گوشت نہیں جائے گا جو مال حرام سے بنا ہو اور جو گوشت حرام سے بنا ہو ورنہ اس کی زیادہ مستحق ہے [مشکوٰۃ شریف، ص ۲۳۲] اگر لوگ تقویٰ شعاری کے ذریعہ رزق حلال کمانے کی فکر کریں تو جو مشکلات کسب حلال میں پیش آرہی ہیں ہرگز نہ آئیں مگر ہمارا حال تو یہ ہے کہ جو بھی ہو، جیسے بھی ہو، حلال ہو، حرام ہو، بس ہضم کرتے جاؤ ۱۲۰ رفا روقی غفرلہ۔

جب رشوت ستانی کی جانے لگے

پھر سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرب قیامت کی ایک اور نشانی یہ بتائی کہ رشوت کا لین دین لوگوں میں عام ہوگا گویا ان کے نزدیک وہ معمولی بات ہو۔ حالانکہ اللہ و رسول (جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے نزدیک معمولی بات نہیں بلکہ سخت حرام ہے۔ لے

قرآن شریف میں اس کی حرمت مصرح ہے اور حدیث میں فرمایا:

”لعن الله الراشي والمرتشى. یعنی اللہ کی لعنت ہے

رشوت لینے اور دینے والے پر“ [مسند امام احمد، جلد ۲، ص ۳۸۷]

یعنی رشوت لینے والا مطلقاً مستحق لعنت ہے اور دینے والا بھی اسی رسی میں گرفتار ہے جب کہ ناجائز کام کے لئے رشوت دے یا بغیر مجبوری کے دے اور دفع ظلم اور جائز حق کی تحصیل کے لئے جب رشوت دیئے بغیر چارہ نہ ہو تو یہ صورت مستثنیٰ ہے اور دینے والا اس وعید کا مصداق نہیں۔

۱۔ رشوت خوری اس قدر عام ہو چکی ہے کہ اپنے کو مذہبی اور قومی ہمدرد کہلانے والے بھی رشوت کو ہدیہ کا نام دیکر حلال سمجھنے لگے ہیں حالانکہ فقہائے کرام نے صاف تصریح فرمادی ہے کہ جو شخص کسی کو اس کے عہدہ پر فائز ہونے سے قبل رشتہ داری وغیرہ میں کچھ لیا دیا کرتا تھا تو اس کا لینا جائز ہے اور عہدہ پر فائز ہونے کے بعد لوگ جو بھی دیتے ہیں سب ”رشوت“ ہے۔

مشکوٰۃ شریف میں ہے: استعمل النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجلاً من الازد فقال له ابن النبی علی الصدقة فلما قدم قال هذاکم وهذاہدی لی فخطب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فحمد اللہ واثی علیہ ثم قال اما بعد افانی استعمل رجلاً منکم علی امور مما ولائی اللہ فبانی احدہم فیقول هذاکم وهذه ہدیۃ اہدیت لی فہلا جلس فی بیت ابیہ او بیت امہ فینظر اہدی لہ ام لا. یعنی رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ ازد کے ابن تہیہ نامی ایک شخص کو زکوٰۃ وصول کرنے کو بھیجا۔ جب وہ زکوٰۃ وصول کر کے لایا تو عرض کیا کہ یہ بیت المال کا ہے اور یہ مجھے ہدیہ دیا گیا ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

جب قرآن کو گانا ٹھہرایا جائے

یعنی تجوید کے قواعد کا لحاظ نہیں رکھیں گے اور قرأت کا جو طریقہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے سے متواتر ہے اس کی پیروی نہ کریں گے یعنی گانے کے طور پر اتار چڑھاؤ کے ساتھ قرآن پڑھیں گے یا ساز کے ساتھ قرآن کی تلاوت کریں گے۔

بلکہ اتقان فی علوم القرآن للامام جلال الدین سیوطی میں ہے کہ: لوگوں نے تلاوت قرآن میں گانوں کی آوازیں ایجاد کر لیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا کہ: ان کے دل فتنوں میں ہیں اور جنہیں ان کا حال پسند ہو ان کے دل بھی فتنے میں ہیں۔

جو طرز انھوں نے ایجاد کئے ان میں سے ایک کا نام ”ترعید“ رکھا اور وہ یہ ہے کہ قاری کا پنتی ہوئی آواز بنائے گویا وہ ٹھنڈک سے یا تکلیف سے کانپ رہا ہے اور دوسرے طرز کا نام ”ترقیص“ رکھا اور وہ یہ ہے کہ حرف ساکن پر سکوت کا ارادہ کرے پھر وہاں سے حرکت کے ساتھ چل پڑے گویا وہ دوڑ لگا رہا ہے یا تیز رفتاری میں ہے۔

ایک طرز اور نکالا ہے جس کا نام ”تطریب“ رکھا اور وہ یہ ہے کہ

(بقیہ صفحہ گزشتہ) نے خطبہ دیا اور حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا: میں تم میں سے بعض لوگوں کو ان کاموں پر مقرر کرتا ہوں جن کا اللہ نے مجھے متولی بنایا ہے تو ان میں سے ایک آکر کہتا ہے کہ یہ تمہارا ہے اور یہ مجھے ہی دیا گیا ہے تو وہ اپنے باپ کے یا ماں کے گھر کیوں نہ بیٹھ گیا پھر دیکھتا کہ اسے ہی ملتا ہے یا نہیں۔“

[ص ۱۵۶]

اس حدیث پاک سے واضح ہوا کہ جو چیز عہدے کی وجہ سے ملے وہ رشوت ہے، ۱۲ فاروقی غفرلہ

قرآن کریم کو ترنم سے اور کُن سے پڑھے اس طور پر کہ جہاں مد نہیں کیا جاتا وہاں مد کرے اور مد میں بے جا خلاف قاعدہ زیادتی کرے اور ایک طرز کا نام ”تحرین“ ہے اور وہ یہ کہ قرآن کریم غمگین انداز میں پڑھے جیسے خشوع و خضوع کے ساتھ روئے دیتا ہو۔

امام سیوطی کے الفاظ یوں ہیں:

قد ابتدع الناس قراءة القرآن اصوات الغناء (الی
ان قال) وقد قال فی هؤلاء مفتونة قلوبهم وقلوب
من يعجبهم شأنهم ومما ابتدعوه شیء سموه الترعید
وهو ان یرعد صوته كأنه یرعد من برد أو ألم وآخر
سموه الترقیص وهو ان یروم السکوت علی الساکن
ثم ینفر من الحركة كأنه فی عدو أو هرولة وآخر
یسمى التطریب وهو ان یترنم بالقرآن ویتغنم به
فیمد غیر مواضع المدویز ذفی المد علی مالا ینبغی
وآخر یسمى التحزین وهو ان یأتی علی وجه حزین
یکادی بکی مع خشوع وخضوع. [اتقان جزء، ثانی، ص ۱۰۱]

اقول اس میں کوئی حرج نہ ہونا چاہیے جب کہ تجوید کے ساتھ پڑھے اور قواعد قرأت کا لحاظ رکھے، دکھاوا مقصود نہ ہو بلکہ بے ساختہ رقت طاری ہو جائے۔ اس لئے کہ علمائے تہذیب فرمائی ان میں امام جلال الدین سیوطی بھی ہیں جو اسی ”اتقان“ میں فرماتے ہیں کہ: قرأت قرآن کے وقت رونا مستحب ہے اور جو رونے پر قادر نہ ہو وہ رونی صورت بنائے اور حزن

و خشوع تلاوت کے وقت مندوب و محبوب ہے۔

قال اللہ تعالیٰ:

”وَيَسْخَرُونَ لِأَلْفَاظِهِ يَسْكُونُونَ“ یعنی اور ٹھوڑی کے بل

گرتے ہیں روتے ہوئے۔ [پارہ ۱۵ سورۃ اسراء آیت ۱۰۹]

اور صحیحین میں وہ حدیث ہے جس میں حضرت عبداللہ ابن مسعود کا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے قرآن پڑھنا مذکور ہے اس میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ ناگاہ حضور کی آنکھوں سے اشک رواں تھے۔

اور بیہقی ”شعب الایمان“ میں سعد ابن مالک سے مرفوعاً روایت ہے کہ بے شک قرآن حزن و بے چینی کی حالت اترتا ہے تو جب تم اس کو پڑھو تو روؤ پھر اگر تمہیں رونانا آئے تو رونی صورت بناؤ، اور اسی میں عبدالمالک ابن عمیر کی مرسل احادیث میں سے ایک حدیث ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر ایک سورت تلاوت کرتا ہوں تو جو روئے اس کے لئے جنت ہے پھر اگر تمہیں رونانا آئے تو روتے بنو۔

اور مسند ابویعلیٰ میں ہے کہ: قرآن کو حزن کے ساتھ پڑھو اس لئے کہ وہ حزن کے ساتھ اترتا، اور طہرانی میں ہے کہ لوگوں میں سب سے اچھا قاری وہ ہے جو قرآن پڑھے تو غمگین ہو۔

اور شرح المہذب میں فرمایا کہ: تحصیل گریہ کا طریقہ یہ ہے کہ جو پڑھ رہا ہے اس میں تہدید و وعید شدید اور جو عہد و پیماں ہیں ان میں غور کرے پھر اپنی کوتاہی یاد کرے اب بھی اگر رونانا آئے اور غمگین نہ ہو تو اس بات

کے نہ ملنے پر روئے اس لئے کہ یہ مصائب میں سے ہے۔

علامہ سیوطی قدس سرہ القوی کے الفاظ یہ ہیں:

يستحب البكاء عند قراءة القرآن والتبالي لمن لا
يقدر عليه والحزن والخشوع قال تعالى ويحزون
للاذقان يكون وفي الصحيح حديث قراءة ابن
مسعود على النبي ﷺ وفيه فاذا عيناه تذر فانوفى
لشعب لليهقي عن سعد ابن مالك مرفوعاً أن هذا
القرآن نزل يحزن وكأبة فاذا قرأتموه بكوا فان لم
تبكوا فبئس ما كنتم فيه من مرسل عبد الملك بن عمير أن
رسول الله ﷺ قال أنى قارئ عليكم سورة فمن
بكى فله الجنة فان لم تبكوا فبئس ما كنتم فيه من مسند
أبى يعلى حديث أقرأ القرآن بالحزن فانه نزل
بالحزن وعند الطبرانى أحسن الناس قراءة من اذا
قرأ القرآن بتحزن قال فى شرح المذهب وطريقه
فى تحصيل البكاء أن يتأمل ما يقرأ من التهديد و
وعيد الشديده والمواثيق والعهود ثم يتفكر فى تقصيره
فيه فان لم يحضره عند ذلك حزن وبكاء فليبك
على فقد ذلك فانه من المصائب [انقان جزء ثانی ۱۰۷]

علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ: اسی (مذکورہ طرزوں)

کے قبیل سے ایک بدعت وہ ہے کہ بہت سے لوگ اکٹھے ہو کر بیک آواز

پڑھتے ہیں ”أفلا تعقلون“ کو ”أفل تعقلون“ پڑھتے ہیں اور ”قالوا آما“ واؤ کے حذف کے ساتھ ”قال آما“ پڑھتے ہیں، جہاں مد نہیں وہاں مد کرتے ہیں تاکہ جو انھوں نے اپنایا ان کا طریقہ بن جائے اور مناسب یہ ہے اس کا نام ”تحریف“ رکھا جائے۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کے الفاظ یہ ہیں:

ومن ذلك نوع أحدثه هؤلاء الذين يجتمعون
فيقرؤون كلهم بصوت واحد فيقولون في قوله
تعالى 'أفلا تعقلون' أفل تعقلون بحذف الالف
قال آما بحذف الواو يمدون ما لا يمد ليس تقسيم
لهم الطريق التي سلكوها وينبغي أن يسمى
التحريف انتهى . [اقتان، جزء ثانی، ص ۱۰۲]

اقول بے شک تحریف ہے اور قصد اس طور پر پڑھنے والا مستحق تحریف قرار پائے گا۔

یہاں سے ظاہر ہوا کہ مجرد تحسین صوت اور خوش الحانی جب کہ زیادتی و نقصان حروف اور مد مفطر اور تمطیط (بے جا کھینچ تان) سے پاک ہو اور قواعد قرآن کی رعایت کی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ یہ مسنون ہے۔

حدیث ابن حبان وغیرہ میں ہے:

”زینوا القرآن باصواتکم وفي لفظ عند الدارمی
حسنوا القرآن باصواتکم فان الصوت الحسن یزید
القرآن حسنا وأخرج البزار وغیرہ حدیث حسن

الصوت زينة القرآن وفيه احاديث صحيحة كثيرة
فان لم يكن حسن الصوت حسنه ما استطاع
بحيث لا يخرج الى حد التمطيط. یعنی قرآن کو اپنی
آوازوں سے مزین کرو اور داری کی ایک روایت میں
ہے قرآن کو اپنی آوازوں سے سنوارو۔ اس لئے کہ اچھی
آواز قرآن کے حسن کو بڑھاتی ہے اور بزار وغیرہ نے
حدیث روایت کی کہ: اچھی آواز قرآن کی زینت ہے
اور اگر قاری خوش آواز نہ ہو تو جہاں تک ہو سکے اچھی
آواز بنائے۔ پرونے کی کوشش میں ”تمطیط“ کی حد
تک نہ پہنچے“ [اتقان، جز ثانی، ص ۱۰۷]

یہاں سے یہ معلوم ہوا کہ ”تمطیط“ جو ناجائز ہے، وہ یہ ہے کہ مد میں
بہت مبالغہ کرے اور حرکات کے اشباع میں مبالغہ کرے یہاں تک کہ زیر
”ے“ ”الف“ پیش سے ”واو“ زیر سے ”یا“ نمایاں ہو جائے یا جہاں ادغام کا
محل نہیں وہاں ادغام کرے۔

نیز حدیث میں ہے سرکار ﷺ نے فرمایا:

”اقرأ القرآن بلحون العرب و أصواتها و اياكم و
لحون اهل الكتابين و اهل الفسق فانه سيحسنى
أقوام يرجعون بالقرآن ترجيع الغناء و الرهبانية
﴿وفى نسخة والنوح﴾ لا يجاوز حناجرهم مفتونة
قلوبهم و قلوب من يعجبهم شانهم أخرجه الطبرانى

والبیہقیؒ۔ یعنی قرآن کو عربوں کے طرز اور ان کی آواز کے ساتھ پڑھو اور یہود و نصاریٰ کے طرز سے اپنے آپ کو دور رکھو اور اہل فسق کے طرز سے بچو۔ اس لئے کہ کچھ ایسے آئیں گے جو قرآن میں گانے کی طرح ”ترجیع“ (اتار چڑھاؤ) سے کام لیں گے اور اہل رہبانیت کے طور پر پڑھیں گے۔ قرآن ان کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا، ان کے دل فتنوں میں پڑے ہیں اور ان کے دل بھی جنہیں ان کا یہ حال بھلا لگتا ہو، اس حدیث کو طبرانی اور بیہقی نے روایت کیا۔“ [القان، جز ثانی، ص ۱۰۷]

تلاوت میں ایک مذموم طریقہ یہ بھی ہے کہ عورتوں کی آواز بنا کر تلاوت کرے یہ خود ناجائز ہے تشبہ کی وجہ سے اور گانے کے طرز پر ہونے کی وجہ سے۔

۱۔ اس حدیث پاک کو صاحب مشکوٰۃ نے ص ۱۹۱ پر اور صاحب ”تیسیر“ نے جلد ۲ ص ۱۹۳ پر حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بایں الفاظ روایت کیا: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اقرأوا القرآن بلحون العرب واصواتها وایاکم ولحون اهل العشق ولحون اهل الکتابین وسبحنی بعدی قوم یرجعون بالقرآن ترجیع الغناء والرہبانیۃ والنوح لا یجاوز حناجزہم مفتونۃ قلوبہم وقلوب الذین یعجبہم شانہم۔ یعنی رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن مجید عرب کے لہجوں میں پڑھو اور یہود و نصاریٰ اہل عشق کے لہجوں سے بچو کہ عنقریب میرے بعد کچھ ایسے لوگ آنے والے ہیں جو قرآن آ کر کے جیسے گانے کی تانیں اور راہبوں اور مرثیہ خوانوں کی اتار چڑھاؤ، قرآن ان کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا (یعنی ان کے دلوں پر کچھ اثر نہ کرے گا) فتنے میں ہوں گے ان کے دل اور جنہیں ان کی یہ حرکت (یعنی اس طرح کی اتار چڑھاؤ والی قرأت) پسند آئے گی ان کے دل بھی۔

۲۔ آج یہ بات حفاظ و قرائے زمانہ میں عموماً مشاہدہ کی جاسکتی ہے کہ خوش (بقیہ اگلے صفحہ پر)

علماء فرماتے ہیں کہ: تفسیم کے ساتھ پڑھنا مطلوب ہے اس لئے
حاکم کی حدیث میں ہے:

”نزل القرآن بالتفخیم قال الحلیمی ومعناه أنه
یقرأ علی قراءة الرجال ولا یخضع الصوت فیہ
ککلام النساء۔ یعنی قرآن تفسیم کے ساتھ اترا، حلیمی نے
فرمایا تفسیم کا معنی یہ ہے کہ قرآن کو مردوں کی تلاوت کے
طرز پر پڑھے اور اس میں عورتوں کی بولی کی طرح آواز
پست نہ کرے۔ [التقان، جزء ثانی، ص ۱۰۷/۱۰۸]

(بقیہ صفحہ گذشتہ) الحنفی اور اتار چڑھاؤ کا بڑا خیال کرتے ہیں اگرچہ سال کے گیارہ مہینے
نماز کے قریب تک نہ گئے، دازھی منڈوائی، حرام کا ارتکاب کیا اور رمضان آتے ہی مصلے
پر کھڑے قرآن سنانے لگے، حد تو یہ ہے کہ عوام بھی صحیح القراءة قرآن کو پس پشت ڈال کر گانے
جیسی قرأت اور عورت جیسی آواز والے قرآن پسند کرتے ہیں بھلے ہی وہ مخارج کی صحیح ادائیگی
اور تجوید سے نا بلد ہوں، ۱۲ ارفاروقی غفرلہ

جب اولاد دل کی گھٹن ہو جائیں

اس سے مراد اولاد میں نافرمانی کی کثرت ہے۔ ماں باپ کی نافرمانی اللہ جبار و قہار کی نافرمانی ہے اور ان کی ناراضگی اللہ قہار کی ناراضگی ہے۔ آدمی ماں باپ کو راضی کر لے تو وہ اس کے لئے جنت ہیں اور اگر ناراض کر دے تو وہی اس کے لئے باعثِ دوزخ ہیں۔

جب تک ماں باپ کو راضی نہ کرے گا، اس کا کوئی فرض، کوئی نفل، کوئی عمل نیک اصلاً قبول نہ ہوگا۔ عذابِ آخرت کے علاوہ دنیا میں ہی جیتے جی اس پر سخت بلا نازل ہوگی۔ مرتے وقت معاذ اللہ کلمہ نصیب نہ ہونے کا خوف ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

”طاعة الله طاعة الوالد ومعصية الله معصية الوالد

اللہ کی اطاعت والد کی اطاعت ہے اور اللہ کی معصیت

والد کی (نافرمانی) معصیت ہے“ [مجمع الزوائد، جلد ۸، ص ۱۳۶]

۱۔ آج والدین کے ساتھ نافرمانی کا معاملہ بھی آسانی سے مشاہدہ کیا جاسکتا ہے جبکہ والدین کی نافرمانی تو درکنار قرآن عظیم نے ان سے اونچی آواز میں بات کرنے بلکہ آف یا ہوں تک کہنے کی سخت ممانعت فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلَا تَقُلْ لَهُمْ آفٌ وَلَا تُسَبِّحْهُمْ وَلَا تَقُلْ لَهُمْ قَوْلًا مِّنْ دُونِ الْحُسْنَىٰ ۚ إِنَّكَ كَافٍ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ لَا حَاجَّةَ لَكَ بِهِمْ ۚ إِنَّكَ بِعَيْنِكَ إِلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ خَبِيرٌ [پارہ ۱۵ سورہ اسراء، آیت ۲۳، کنز الایمان]

لیکن آج معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے ہم نے ایسے بیٹوں کو بھی دیکھا ہے جو بڑھاپے میں اپنے والدین کی خدمت و اطاعت کرنے کی بجائے انھیں طرح طرح کی اذیتیں دیتے ہیں بیمار ماں باپ دو اور غیرہ تک کے لئے محتاج ہیں۔ کوئی پرسان حال نہیں، جی (بقیہ اگلے صفحہ پر)

نیز فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے:

”کل الذنوب یؤخر اللہ ما شاء منها الی یوم
القیامۃ الا عقوق الوالدین فان اللہ تعالیٰ یعجلہ
لصاحبہ فی الحیاة قبل الممات۔ یعنی سب گناہوں
کی سزا اللہ تعالیٰ چاہے تو قیامت کے لیے اٹھا رکھتا ہے
مگر ماں باپ کی نافرمانی کی سزا اس کے جیتے جی (دنیا
ہی میں) پہنچاتا ہے“ [حاکم مستدرک، جلد ۴، ص ۱۵۶]

نیز فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے:

”مَلْعُونٌ مَنْ عَقَّ وَالِدَيْهِ، مَلْعُونٌ مَنْ عَقَّ وَالِدَيْهِ،
مَلْعُونٌ مَنْ عَقَّ وَالِدَيْهِ۔ یعنی ملعون ہے وہ جو اپنے والدین
کو ستائے، ملعون ہے وہ جو اپنے والدین کو ستائے، ملعون
ہے وہ جو اپنے والدین کو ستائے“ [ترغیب، جلد ۳، ص ۲۸۷]

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس
سرہ العزیز فرماتے ہیں:

”والدین کے ساتھ نیکی صرف یہی نہیں کہ ان کے حکم
کی پابندی کی جائے اور ان کی مخالفت نہ کی جائے بلکہ
ان کے ساتھ نیکی یہ بھی ہے کہ کوئی ایسا کام نہ کرے جو

(بقیہ صفحہ گزشتہ) کہ اپنی بیوی کی خوشنودی کے لئے انھیں مار پیٹ کر گھروں سے بھی نکال
دیجے جس جوان کی دنیا و آخرت کی بربادی کا سبب ہے۔ چنانچہ خود اسی حدیث میں اسے قیامت
کی نشانیوں میں شمار فرمایا کہ مرد اپنی بیوی کی اطاعت کرے اور ماں کی نافرمانی کرے اور
باپ کو دور رکھے، ۱۲/ غار و قی غفرلہ۔

ان کو ناپسند ہوا اگرچہ اس کے لئے خاص طور پر ان کا کوئی حکم نہ ہو۔ اس لئے کہ ان کی ”فرماں برداری“ اور ان کو ”خوش رکھنا“ دونوں واجب ہیں اور نافرمانی اور ناراض کرنا حرام ہے“ [حقوق والدین، ص ۳۸]

والدین اس کے لئے اللہ جل شانہ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سائے اور ان کی ربوبیت و رحمت کے مظہر ہیں یہی وجہ ہے کہ قرآن عظیم میں اللہ جل جلالہ نے اپنے حق کے ساتھ ان کا حق بھی ذکر فرمایا:

”اِنْ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ لَیْسَ بِحَقِّ مَا نَمِیرَا اور اپنے ماں باپ کا“ [پارہ ۲۱، سورہ لقمان، آیت ۱۴۔ کنز الایمان]

حدیث پاک میں ہے کہ: ایک صحابی رسول نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی یا رسول اللہ! ایک راہ میں ایسے گرم پتھروں پر کہ اگر گوشت ان پر ڈالا جاتا کباب ہو جاتا، میں چھ میل تک اپنی ماں کو اپنی گردن پر سوار کر کے لے گیا ہوں، کیا میں اب اس کے حق سے عہدہ برآ ہو گیا؟ ارشاد ہوا:

لعلہ ان یکون بطلقة واحدة. یعنی تیرے پیدا ہونے میں جس قدر درد کے جھٹکے اس نے اٹھائے ہیں شاید ان میں سے ایک جھٹکے کا بدلہ ہو سکے۔ [مجمع الزوائد، جلد ۸، ص ۱۳۷]

باجملہ والدین کا حق وہ نہیں کہ انسان اس سے عہدہ برآ ہو سکے۔ وہ اس کی حیات و وجود کے سبب ہیں تو جو کچھ نعمتیں دینی و دنیاوی پائے گا سب انھیں کے طفیل میں کہ ہر نعمت و کمال وجود پر موقوف ہے اور وجود کے سبب وہ ہوئے تو صرف ”ماں باپ“ ہونا ہی ایسے عظیم حق کا موجب ہے

جس سے ابھی بری الذمہ نہیں ہو سکتا، نہ کہ اس کے ساتھ اس کی پرورش میں کوشش، اس کے آرام کے لئے ان کی تکلیفیں خصوصاً پیٹ میں رکھنے، پیدا کرنے، دودھ پلانے میں ماں کی اذیتیں، ان کا شکر کہاں تک ادا ہو سکتا ہے؟۔

جب علما اہل ثروت

کے لئے سینوں پر ہاتھ باندھے جھکیں

اس سے مراد علما کے گروہ میں وہ فساق ہیں جو مال و جاہ کی لالچ میں اہل ثروت کے لئے جھکیں گے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال ٹھہرائیں گے اور دنیا داروں کو ان کی خواہش کے موافق فتویٰ دیں گے جیسا کہ آگے اسی حدیث میں بیان ہوا، اس سے مقصود علما اور عوام دونوں کی تحذیر و تنبیہ ہے۔

امام جلال الدین سیوطی حضرت عبداللہ ابن مبارک سے اپنی کتاب ”اللالی المصنوعہ“ میں حدیث روایت کرتے ہیں جس کو انھوں نے ابو معن سے روایت کیا۔ انھوں نے کہا مجھ سے حدیث بیان کی سہیل ابن حسان کلبی نے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک وہ چکنی پھسلنی چٹان جس پر علما کے پیر نہیں جمتے ”طمع“ ہے۔

۱۔ رشد و ہدایت کی راہ سے بھٹکنے والے علمائے سوء ہی عموماً سرمایہ داروں کے پاس جاتے ہیں اور چند کلوں کی خاطر اپنا فضل و وقار ان کے پاس گروی رکھ دیتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے: ان اناس من امتی سیتفقہون فی الدین ویقرؤن القرآن ویقولون ناسی الامراء فنصيب من دینہم ونعتزلہم بدیننا ولا یكون ذلک کما لا یجتنی من القناد الا الشوک کذلک لا یجتنی من قربہم یعنی میری امت میں کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو دین کی سمجھ حاصل کریں گے اور قرآن پڑھیں گے پھر سرمایہ داروں کے پاس جائیں گے اور کہیں گے کہ ہم سرمایہ داروں کے پاس جاتے ہیں اور ان سے دنیا حاصل کرتے ہیں اور اپنا دین بچا کر الگ ہو جاتے ہیں حالانکہ ایسا ہو ہی نہیں سکتا جس طرح قناد ایک (بقیہ اگلے صفحہ پر)

حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

”عن ابی معن عن اسامة بن زید مرفوعاً ان الصفا
الزلال لاهل العلم الطمع، لا یصح: محمد بن
مسلمة ضعیف جدا و کذا خارجة (قلت) اخرجه
ابن المبارک فی الزهد عن ابی معن قال حدثنی
سهیل بن حسان الکلبی ان رسول الله ﷺ قال
ان الصفا الزلال الذی لا یتثبت علیه اقدام العلماء
الطمع والله اعلم“ [اللالی المصنوعة، جلد اول، ص ۲۱۰]

اسی میں حضرت انس سے مرفوعاً مروی ہے کہ علما اللہ کے رسولوں
کے بندوں کے پاس امین ہیں جب تک بادشاہ سے نہ ملیں اور دنیا میں دخل
نہ دیں تو جب دنیا میں دخل دیں لگیں اور بادشاہوں سے مل جائیں تو بے

(بقیہ صفحہ گزشتہ) کانٹے دار درخت [سے کانٹوں کے سوا کچھ نہیں مل سکتا اسی طرح سرمایہ
داروں کے قرب سے کچھ نہیں حاصل ہو سکتا“ [سنن ابن ماجہ، ص ۲۳]

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: لوان اهل العلم صانوا
العلم ووضعوه عنداهل لسادوا به اهل زمانهم ولكنهم بدلوه لاهل الدنيا لينا لوابه
من دنياهم فهانوا عليهم . یعنی اگر علما اپنا علم محفوظ رکھتے اور اسے ذی صلاحیت انسانوں پر
خرچ کرتے تو زمانہ کے سردار بن جاتے مگر انھوں نے دنیا کے حصول کے لئے اپنا علم اہل دنیا پر
خرچ کیا جس کی وجہ سے اہل زمانہ کی نظروں میں ذلیل و خوار ہو گئے۔ [مشکوٰۃ شریف، ص ۳۷]
آج یہ منظر بھی ہماری نگاہوں کے سامنے ہے کہ علما نے آخرت سے بے فکر ہو کر اس
فانی دنیا کا حصول ہی اپنے علم کا مقصد بنا رکھا ہے اور سیاسی لیڈر بننے اور شہرت و دولت حاصل
کرنے میں سرگرداں ہیں، بعض ناعاقبت اندیش نام نہاد علماء اخبارات میں چھپنا اپنی معراج
تصور کرتے ہیں اور طرح طرح کے لائسنس اور گمراہ کن بیانات دے کر قوم اور مذہب داران قوم کو
بدنام کرتے ہیں ۱۲۰۱ فاروقی غفرلہ۔

شک انہوں نے رسولوں کے ساتھ خیانت کی تو ان سے دور رہو۔

حدیث پاک کے الفاظ یہ ہیں:

”عن انس مرفوعاً العلماء امناء الرسل على العباد

مالم يخالطوا السلطان ويدخلوا في الدنيا فاذا دخلوا

في الدنيا وخالطوا السلطان فقد خانوا الرسول

فاعتزلوهم“ [اللائی المصنوعة، جلد اول، ص ۲۱۹]

مگر سارے علما کا یہ حال نہ ہوگا ”بخاری شریف“ کی حدیث میں
وارد ہوا جو حضرت امیر معاویہ سے مروی ہے کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے فرمایا اللہ جس سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو فقیہ (دین کی سمجھ رکھنے
والا) بناتا ہے اور میں تو بابتنے والا ہوں اللہ دیتا ہے۔ میری امت کا ایک گروہ
اللہ کا حکم آنے تک اللہ کے دین پر قائم رہے گا۔ ان کے مخالف انہیں کچھ نہ
نقصان پہنچا سکیں گے۔

حدیث پاک کے الفاظ یہ ہیں:

”عن ابن شہاب قال قال حمید بن عبد الرحمن

سمعت معاویہ خطیباً یقول سمعت النبی صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول من یرد اللہ بہ خیرا

یفقہہ فی الدین وانما انما قاسم واللہ یعطی ولن تزل

ہذہ الامۃ قائمۃ علی امر اللہ لایضرہم من خالفہم

حتی یأتی امر اللہ“ [بخاری شریف، جلد ۱، ص ۶۱]

اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ قیامت تک خیار علما جو شریعت

کے پاسبان اور دین کے فقیہ ہیں، ہوتے رہیں گے۔ وہ خود دین پر قائم رہیں گے اور ان کی برکت سے ان کے سچے متبعین کہ اہل سنت و جماعت ہیں دین پر قائم رہیں گے۔

اس پر خود اسی حدیث میں قرینہ موجود کہ فرمایا قرآن بکثرت ہوں گے اور فقہا کم رہ جائیں گے جس سے صاف ظاہر ہے کہ ایسے لوگ قیامت آنے تک آتے رہیں گے اور یہ جو فرمایا کہ قاری بکثرت ہوں گے، فقرہ سابقہ سے ملانے پر یہ سمجھ میں آتا ہے کہ قاریوں کی کثرت سے ایسے لوگ مراد ہیں جو قرآن تو پڑھیں گے لیکن اس کے معنی میں فہم و تدبر سے کام نہ لیں گے اور اس طرح صحابہ کرام کا وہ طریقہ جو حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے انھوں نے لیا اور ان کے متبعین میں رائج ہوا، متروک ہو جائے گا۔

حضرت ابو عبد الرحمن سلیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ انھوں نے فرمایا ہم سے حدیث بیان کی ان صحابی نے جو ہم کو قرآن پڑھاتے تھے کہ وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دس آیتیں سیکھتے تھے تو دوسری دس آیتوں کی قرأت نہ شروع کرتے جب تک کہ جوان میں علم و عمل ہے، جان نہیں لیتے۔ انھوں نے فرمایا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم کو علم و عمل دونوں کی تعلیم دیتے تھے۔

اس حدیث جلیل سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کائنات کے تمام واقعات کی خبر ہے، ماضی و مستقبل سب کا علم ہے، عالم کا ذرہ ذرہ پیش نظر ہے، قرب قیامت کی نشانیاں اور خود قیامت سب مشاہدہ میں ہیں۔

علماء فرماتے ہیں کہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام دنیا سے تشریف نہ لے گئے مگر اس حال میں کہ اللہ نے حضور کو اس سے مطلع فرما دیا کہ قیامت کب آئے گی اس کی تعیین لوگوں سے پوشیدہ رکھنے کا سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کو حکم دیا بلکہ بعض احادیث سے قیامت کے احوال کا بھی پیش نظر ہونا ثابت ہے۔

علمائے کرام کی اس رائے کی تائید ایک دوسری حدیث سے مستفاد ہوتی ہے۔ یہ حدیث حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جو ”کنز العمال“ جلد ۱۲ ص ۵۸۳ پر موجود اور خاصی طویل ہے۔ اس میں حضرت عیسیٰ علی نبینا علیہ الصلاۃ والسلام کے دفن کے تھوڑے عرصہ بعد ایک ہوا کا ذکر ہے جو یمن کے طرف سے چلے گی۔ روئے زمین پر جتنے مسلمان اس وقت ہوں گے یہ ہوا، ان کی روح قبض کر لے گی اور قرآن کو ایک ہی رات میں اٹھالیا جائے گا تو انسانوں کے سینوں میں اور ان کے گھروں میں اس میں سے کچھ نہ رہے گا تو ایسے لوگ رہ جائیں گے جن میں نہ کوئی نبی ہوگا، نہ قرآن کا علم ہوگا اور نہ ان میں کوئی مسلمان ہوگا۔ حضرت عبداللہ عمرو ابن عاص نے فرمایا تو یہاں پر ہم سے قیامت کے برپا ہونے کا وقت چھپا لیا گیا تو ہم نہیں جانتے کہ ان لوگوں کو کتنی مہلت دی جائے گی۔

حدیث پاک کے الفاظ یہ ہیں:

”عن عبداللہ بن عمرو أن رجلاً قال له أنت الذي تزعم أن الساعة تقوم إلى مائة سنة أقال سبحانه

الله وأنا أقول ذلك ومن يعلم قيام الساعة إلا الله
إنما قلت ما كانت رأس مائة للخلق منذ خلقت
الدنيا إلا كان عند رأس المائة أمر، قال ثم يوشك
أن يخرج ابن حمل الضأن، قيل وما ابن حمل
الضأن؟ قال رومي أحد ابويه شيطان، يسير إلى
المسلمين في خمسمائة ألف بحرأ حتى ينزل
بين عكا وصور ثم يقول يا أهل السفن اخرجوا
منها، ثم أمر بها فأحرقت، ثم يقول لهم لا قسطنطينية
لكم ولا رومية حتى يفصل بيننا وبين العرب، قال
فيستمد أهل الإسلام بعضهم بعضا حتى تمدهم
عدن أبين على قلعصاتهم فيجتمعون فيقتتلون
فتكاتبهم النصارى الذين بالشام ويخيرونهم
بعورات المسلمين فيقول المسلمون الحقوا
فكلكم لند عدو حتى يقضى الله بيننا وبينكم،
فيقتتلون شهراً لا يكل لهم سلاح ولا لكم و
يقذف الطير عليكم وعليهم، قال وبلغنا إنه
إذا كان رأس الشهر قال ربكم اليوم أسل سيفي
فأنتقم من أعدائي وأنصر أوليائي، فيقتتلون
مقتلة مارثي مثلها قط حتى مات سير الخيل إلا
على الخيل وما يسير الرجل إلا على الرجل، وما

یجدون خلقا یحول بینهم و بین القسطنطینیة و
 لارومیة، فیقول أمیرهم یومئذ لا غلول الیوم، من
 أخذ الیوم شیئاً فهو له، قال فیاخذون ما یخف
 علیهم ویدعون ما ثقل علیهم فبینما هم كذلك
 إذ جاءهم إن الدجال قد خلفکم فی ذراربکم،
 فیرفضون ما فی أیدیهم ویقبلون، ویصیب الناس
 مجاعة شدیة حتی أن الرجل لیحرق لیحرق و ترقوسه
 فیاکله، و حتی أن الرجل لیحرق حقفته فیاکله
 حتی أن الرجل لیکم أخاه فما یسمعه الصوت
 من الجهد، فبینما هم كذلك إذ سمعوا صوتاً من
 السماء أبشروا فقد أتاکم الغوث فیقولون: نزل
 عیسی ابن مریم فیستبشرون و یتبشرون بهم صل
 یاروح اللہ فیقول إن اللہ اکرم هذه الأمة فلا
 ینبغی لأحد أن یؤمهم إلا منهم، فیصلي أمیر
 المؤمنین بالناس قیل و أمیر الناس یومئذ معاویة
 بن ابی سفیان قال لا یصلی عیسی خلفه فاذا
 نصرف عیسی دعا بحربته فاتى الدجال فقال
 رویدک یا دجال یا کذاب فاذا رأى عیسی و
 عرف صوته ذاب کما یندوب الرصاص إذا
 أصابته النار و کما تذوب الالیه إذا أصابتها

الشمس ولو لانه يقول رويدا لذاب حتى لا
يبقى منه شيء ، فيحمل عليه عيسى فيطعن
بحرسته بين ثديه فيقتله ويفرق جنده تحت
الحجارة والشجرة وعمامة جنده اليهود و
المنافقون فينادي الحجر يا روح الله هذا تحتى
كافر فاقطله فيأمر عيسى بالصليب فيكسر و
بالخنزير فيقتل و تضع الحرب اوزارها حتى ان
الذئب ليربض إلى جنبه ما يغمز بها، وحتى أن
الصبيان ليلعبون بالحيات ماتنهشهم، ويملاؤ
الأرض عدلا، فيبينماهم كذلك إذ سمعوا صوتاً
قال فتحت يا جوج وما جوج وهو كما الله تعالى
(وهم من كل حذب ينسلون) فيفسدون الارض
كلها حتى ان اوائلهم لياتى انهر العجاج فيشربونه
كله وان آخرهم ليقول قد كان ههنا نهر و
يحاصرون عيسى ومن معه بيت المقدس و
يقولون ما نعلم فى الارض احد إلا ذبحناه
هلموا نرمى من فى السماء فيرمون حتى ترجع
إليهم سهامهم فى نصولها الدم للبلاء فيقولون ما
بقى فى الارض ولا فى السماء فيقول المؤمنون
يا روح الله ادع عليهم بالفناء فيدعو الله عليهم

فیبعث النعف فی آذانهم فیقتلهم فی ليلة واحدة
 فتنتن الارض کلها من جیفهم فيقولون یا روح
 الله نموت من التن فيدعو الله، فيبعث وابلا من
 المطر فجعله سيلا فيقذفهم کلهم فی البحر ثم
 يسمعون صوتا فيقال مه؟ قيل غزی البيت
 الحصين فيبعثون جيشا فيجدون اوائل ذلك
 الجيش ويقبض عيسى ابن مريم ووليه المسلمون
 وغسلوه وحنطوه وكفنوه وصلوا عليه وحفروا له
 ودفنوه، فيرجع اوائل الجيش والمسلمون ينفضون
 أيديهم من تراب قبره، فلا يلبثون بعد ذلك إلا
 يسير احتی يبعث الله الريح اليمانية، قيل وما الريح
 اليمانية؟ قال ریح من قبل اليمن ليس على الارض
 مؤمن يجد نسيمها إلا قبضت روحه قال ويسرى
 على القرآن فی ليلة واحدة ولا يترك فی صدور
 بنی آدم ولا فی بيوتهم منه شئ إلا رفعه الله فيبقى
 الناس ليس فيهم نبي وليس فيهم قرآن وليس
 فيهم مؤمن قال عبد الله بن عمرو فعند ذلك
 أخفى علينا قیام الساعة فلا ندري كم يتركون
 كذلك تكون الصيحة، قال ولم تكن صيحة قط
 إلا بغضب من الله على أهل الارض، قال وقال

اللہ تعالیٰ (وما بنظر هؤلاء إلا صبحۃ واحدة

مالہا من فواق) سورۃ ص آیت ۱۵، قال فلا أدری

کم یترون کذلک. [کنز العمال جلد ۱۴ ص ۱۵۷۹]

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ صحابہ کرام اپنے بارے میں یہ خبر دے رہے ہیں کہ ان سے قیامت کا وقت چھپا لیا گیا اور چھپانے والے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں تو یہ چھپانا اس امر کی دلیل ہے کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قیامت کے برپا ہونے کے وقت کی خبر تھی مگر بتانے کا حکم نہ تھا اس لئے صحابہ کرام سے چھپایا۔

”بخاری شریف“ کتاب الوضو میں حضرت اسماء بنت ابوبکر سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی ایسی چیز نہیں جو میں نے اب سے پہلے نہ دیکھی تھی مگر یہ کہ ان کو ایسے مقام پر دیکھا یہاں تک کہ جنت دوزخ کا مشاہدہ فرمالیا اور بے شک میری طرف وحی آتی ہے کہ تم اپنی قبروں میں آزمائے جاؤ گے فتنہ و جال کے مثل یا اس کے قریب تم میں سے ہر ایک کے پاس فرشتے آئیں گے، تو پوچھا جائے گا اس شخص کے بارے میں (یعنی حضور کے بارے میں) تمہارا کیا علم ہے؟ تو مومن یا مومن (شک راوی) کہے گا کہ یہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں ہمارے پاس روشن نشانیاں اور ہدایت لے کر آئے تو ہم نے ان کا کہنا مانا اور ایمان لائے اور ان کی پیروی کی، تو اس سے کہا جائے گا سو جا بھلا چنگا، اس سے کہا جائے گا کہ ہمیں معلوم تھا بیشک تو مومن ہے اور منافق یا مرتاب (شک راوی) کہے گا میں نہیں جانتا میں نے لوگوں کو کچھ کہتے سنا تو میں نے وہی کہا۔

حدیث پاک کے الفاظ یہ ہیں:

”عن جدتها اسماء بنت ابی بکر انها قالت اتيت عائشة زوج النبي ﷺ حين خسفت الشمس فاذا الناس قيام يصلون فاذا هي قائمة تصلي فقلت ما للناس فاشارت بيدها نحو السماء وقالت سبحان الله فقلت آية فاشارت ان نعم فقممت حتى تجلاني الغشي وجعلت اصب فوق راسي ماء فلما انصرف رسول الله ﷺ حمد الله واثنى عليه ثم قال ما من شيء كنت لم اراه الا قد رآة في مقامي هذا حتى الجنة والنار ولقد وحى الي انكم تفتنون في القبور مثل او قريبا من فتنة الدجال لا ادرى اى ذلك قالت اسماء يوتى احدكم فيقال له ما علمك بهذا الرجل فاما المومن او الموقن لا ادرى اى ذلك قالت اسماء فيقول هو محمد رسول الله جاءنا بالبينات والهدى فاجبنا وامنا واتبعنا فيقال نم صالحا فقد علمنا ان كنت لمومنا واما المنافق او المرتاب لا ادرى اى ذلك قالت اسماء فيقول لا ادرى سمعت الناس يقولون شيئا فقلته“ [بخاری شریف، جلد اول، ص ۳۰/۳۱]

جب مسجدیں آراستہ کی جائیں

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ قرب قیامت کی نشانیوں میں جو باتیں شمار کی گئیں وہ سب ناجائز و حرام نہیں۔ ان میں کچھ وہ بھی ہیں جو جائز و مباح ہیں مثلاً مصحف شریف کو سونے چاندی سے مزین کرنا اور مسجد کو نقش و نگار سے آراستہ کرنا امر مباح ہے۔

”در مختار“ جلد ۶، صفحہ ۳۸۶ میں ہے:

”وجاز تحلیۃ المصحف (ای بالذهب و الفضة)

لما فیہ من تعظیمہ کما فی نقش المسجد. یعنی

مصحف کو اس کی تعظیم کی خاطر سونے اور چاندی سے

مزین کرنا جائز ہے۔ جیسے مسجد کو آراستہ کرنا۔“

اور مسجد کے نقش و نگار کے جواز پر خود حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما شاہد ہے کہ فرمایا: لتزخر فنها. تم ضرور مسجدوں کو منقش کرو گے اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے اس امر کی ممانعت نقل نہ فرمائی۔

۱۔ لیکن افسوس کہ آج ہماری مسجدیں دل کو منتشر کر دینے والے رنگ برنگے ٹائلز، دیدہ زیب جھارو فانوس، ہفت رنگے قلموں، الغریب مرمریں فرش، بیش بہا نقش و نگار والے پردوں، اونچے اونچے میناروں اور دیگر دنیاوی زیب و تزیینت اور آرام و راحت کی چیزوں سے تو آباد ہیں مگر نمازیوں سے بیکر خالی ہیں۔

جی کہہ رہے کسی کہنے والے نے۔

مسجد تو بنائی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے

من اپنا پرانا پانی تھا برسوں میں نمازی بن نہ سکا

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

خود حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل اس کے جواز پر شاہد عدل ہے۔ ”بخاری شریف“ میں ہے کہ مسجد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں کچی اینٹ کی بنی تھی اور اس کی چھت کھجور کے پتوں کی تھی اور ستون کھجور کی لکڑی کے تھے، پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس میں کچھ زیادہ نہ کیا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس میں توسیع فرمائی اور اس کو اسی طور پر بنایا اینٹ اور کھجور کے پتوں سے جیسی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں تھی اور اس کے ستون لکڑی کے اسی طور پر رکھے۔

پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی بہت توسیع کی اور پٹھس کی دیوار کو منقش پتھر اور چونے سے بنایا اور اس کے ستون نقشیں پتھر کے بنائے اور بیش قیمت لکڑی کی چھت بنائی۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) اور جو نمازی ہیں وہ دنیا کی ساری باتیں لے کر مسجدی میں بیٹھ جاتے ہیں حالانکہ فقہائے کرام نے مسجد میں دنیا کی جائز باتیں بھی کرنا ممنوع قرار دی ہیں۔ اور قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی کہ لوگ مسجد میں دنیا کی باتیں کریں گے چنانچہ کنز العمال جلد ۱۴ صفحہ ۱۸۷ پر ہے: لا تنقوم الساعة حتی یناہی الناس فی المساجد۔ یعنی قیامت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک لوگ مسجدوں میں فحریہ باتیں نہ کرنے لگیں۔

نبیؐ نے ”شعب الایمان“ میں امام حسن بصری سے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ مسجدوں میں دنیاوی باتیں ہوا کریں گی، تم ان کے پاس نہ بیٹھنا کہ اللہ کو ان کی کوئی پرواہ نہیں۔

[بحوالہ بہار شریعت، جلد اول، حصہ سوم، ص ۱۸۱]

نیز فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ: اذا خرجتم مساجدکم وحلیتکم مصاحفکم فالنمار علیکم۔ یعنی جب تم اپنی مسجدوں کو جانے لگو اور قرآن کو دیدہ زیب بنانے لگو تو سمجھ لو کہ تمہاری ہلاکت کا وقت قریب ہے [کنز العمال جلد ۱۴ صفحہ ۲۱۰] ۱۴ فاروقی غفرلہ۔

حدیث پاک کے الفاظ یہ ہیں:

عن عبد اللہ بن عمر اخبرہ ان المسجد کان علی عہد رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مبنی بالبن وسقفہ الجرید وعمدہ خشب النخل فلم یزد فیہ ابوبکر شینا و زاد فیہ عمرو بنہ علی بنیانہ فی عہد رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالبن والجرید واعاد عمدہ خشبائہم غیرہ عثمان فزاد فیہ زیادة کثیرة و بنی جدارہ بالحجارة المنقوشة والقصة وجعل عمدہ من حجارة منقوشة وسقفہ بالساج. [بخاری شریف، جلد اول، ص ۶۳]

یہاں سے معلوم ہوا کہ ہر نئی بات جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں نہ تھی، ناجائز نہیں بلکہ یہ (بدعت) کبھی واجب ہوتی ہے جیسے گمراہوں کے رد کے لئے دلائل قائم کرنا اور کتاب و سنت کو سمجھنے کے لئے نحو و صرف وغیرہ مبادی کو سیکھنا اور کبھی مستحب ہوتی ہے جیسے سرائے اور مدرسے بنانا اور ہر وہ نیکی جو صدر اول میں نہ تھی اور کبھی مکروہ ہوتی ہے جیسے ایک قول پر مسجد کا نقش و نگار اور کبھی مباح ہوتی ہے جیسے لذیذ کھانے کپڑے اور توفیق وغیرہ کسافی رد المحتار۔

اور ضابطہ یہ ہے کہ جس چیز سے اللہ و رسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سختی کے ساتھ منع فرمایا وہ ممنوع و ناجائز ہے اور جس سے منع نہ فرمایا وہ ممنوع نہیں بلکہ مباح ہے اور ”الاصول فی الاشیاء اباحۃ“ اشیاء میں اصل اباحت ہے۔

جب مہینے گھٹ جائیں

”مجمع بحار الانوار“ میں ہے: اہل بیت نے کہا کہ دائرۃ البروج دائرہ معدل النہار پر مستقبل میں منطبق ہو جائے گا۔ توضیح اس مقام کی یہ ہے کہ قطب شمالی اور قطب جنوبی کے درمیان ایک دائرۃ عظیمہ مانا گیا ہے جس کا فصل دونوں قطبوں سے برابر ہے یعنی وہ دائرۃ عظیمہ قطب شمالی سے ۹۰ درجہ پر ہے اور قطب جنوبی سے بھی ۹۰ درجہ پر ہے۔ اسی دائرۃ عظیمہ کا نام دائرۃ معدل النہار ہے۔

۱۲ مارچ اور ۲۴ ستمبر کو آفتاب دائرۃ معدل النہار پر حرکت کرتا ہے اور ۲۲ جون کو آفتاب جس نقطہ سے طلوع کرتا ہے، اس نقطے سے ۲۳ درجہ ۲۷ دقیقہ جنوب میں معدل النہار ہے۔

یونہی ۲۲ جون کو جس نقطہ پر آفتاب غروب کرتا ہے، اس نقطے سے بھی ۲۳ درجہ ۲۷ دقیقہ جنوب میں معدل النہار ہے اور ۲۲ دسمبر کو آفتاب جس نقطے سے طلوع کرتا ہے اس نقطے سے ۲۳ درجہ ۲۷ دقیقہ شمال میں معدل النہار ہے۔

یونہی ۲۲ دسمبر کو جس نقطہ پر آفتاب غروب کرتا ہے، اس نقطے سے بھی ۲۳ درجہ ۲۷ دقیقہ شمال میں معدل النہار ہے یعنی ۲۲ جون اور ۲۲ دسمبر کے مطلع کے عین وسط میں معدل النہار ہے۔

یونہی ۲۲ جون اور ۲۲ دسمبر کے مطلع کے جائے غروب کے بیچ و بیچ معدل النہار ہے۔

اس کو معدل النہار اس لئے کہا جاتا ہے کہ سورج جب اس دائرہ کے سیدھ میں آتا ہے تو تمام مقامات میں دن رات تقریباً برابر ہوتے ہیں جو دائرہ معدل النہار کو اس طرح قطع کرتا ہے کہ دونوں کے قطبوں میں ۲۳ درجہ ۲۷ دقیقہ فصل رہتا ہے۔ اسی دائرہ عظیمہ کو دائرۃ البروج یا منطقۃ البروج کہتے ہیں۔ اس دائرہ سے ستاروں کی حرکات کی مقدار طول اور میل شمس معلوم ہوتا ہے۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ جب تک یہ دائرہ عظیمہ، دائرہ معدل النہار کو اس طور پر کاٹتا ہوا چلے گا کہ مندرجہ بالا فاصلہ دونوں میں قائم رہے اور جب تک حرکت شمس معمول کے مطابق رہے۔

”تفسیر کبیر“ میں امام رازی علیہ الرحمہ نے ”وَإِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ“ کی تفسیر میں ایک قول یہ نقل کیا:

”القیبت ورمیت عن الفلک“ یعنی جب سورج فلک

سے نیچے ڈال دیا جائے۔ [تفسیر کبیر، جلد ۳۱ ص ۶۶]

اس سے اس قول کی تائید اور حدیث کی تصدیق مستفاد ہوتی ہے اور اس صورت میں خود آیت کریمہ سے مضمون حدیث کی تصدیق ثابت ہے اور حدیث کا مضمون مفہوم آیت کا بیان ہے کہ سورج جب اپنے مدار سے نیچے جو زمین سے کروڑوں میل اوپر ہے، اپنے مدار سے نیچے پھینکا جائے گا تو لامحالہ اس کا دائرہ چھوٹا ہوتا جائے گا اور نیچے آنے کے سبب اس کی حرکت تیز ہو جائے گی تو مسافت بھی کم اور حرکت شمس بھی تیز ہوگی۔

لہذا بدایہ زمانے کی مقدار گھٹ جائے گی۔ حضرت ابو ہریرہ سے

حدیث مروی ہے کہ جب قیامت قریب ہوگی، زمانہ قریب ہو جائے گا (تھوڑا رہ جائے گا) تو سال مہینہ کی طرح اور مہینے جمعہ کی طرح اور جمعہ کی مدت اتنی ہوگی جتنی دیر میں کھجور کی ٹہنی آگ میں جل جائے۔
حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

”عن ابی ہریرۃ قال قال اذا اقتربت الساعة تقارب
الزمان فتكون السنة كالشهر والشهر كالجمعة
والجمعة كاحتراق السعفة فی النار“ [کنز جلد ۱۴ ص ۲۲۷]

سال اور مہینہ وغیرہ کی مقدار قائم رہے گی اور یہ فاصلہ جتنا کم ہوتا جائے گا، اس کے نتیجہ میں دائرۃ البروج دائرۃ معدل النہار سے بتدریج نزدیک ہوتا جائے گا اور زمانے کی مقدار گھٹتی جائے گی۔
یہاں سے ظاہر ہوا کہ یہ جو فرمایا گیا کہ مہینے گھٹ جائیں گے، اپنے ظاہری معنی پر ہے اور کوئی وجہ حقیقی معنی سے مانع نہیں تو وہی حقیقتاً مراد ہے اور حدیث جو آخر میں ذکر کی گئی وہ فقرۃ حدیث سے فقرۃ مذکورہ کی تفسیر ہے واللہ الصمد۔

بالجملہ مضمون حدیث اپنے ظاہر پر ہے اور ظاہری معنی مراد لینے میں نہ کوئی استحالہ ہے نہ کوئی اور دلیل شرعی ایسی ہے جو ظاہری معنی سے عدول کی مقتضی ہے بلکہ ”بخاری شریف“ میں اس مضمون کو مؤید حدیث موجود ہے جس میں ”تقارب الزمان“ فرمایا گیا، جس سے زمانے کا باہم قریب ہونا ظاہر استفادہ ہے ”مسلم شریف“ کی حدیث میں ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر فرمایا صحابہ نے عرض کیا زمین میں دجال کی

مدت اقامت کتنی ہوگی؟ فرمایا چالیس دن۔ ایک دن ایک سال جیسا ہوگا اور ایک دن ایک مہینے جیسا ہوگا اور ایک دن ایک جمعہ جیسا یعنی ایک ہفتہ کے برابر ہوگا اور دجال کے باقی ایام تمہارے دنوں جیسے ہوں گے تو عرض کی گئی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو وہ دن جو ایک سال برابر ہوگا تو کیا ہمیں اس میں ایک دن کی نماز پڑھنا کافی ہوگا کہا نہیں اس کے لئے اندازہ رکھو۔

علامہ شلحی، امام کمال الدین ہمام سے حاشیہ تبیین الحقائق سے ناقل انھوں نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرمایا بے شک سرکار علیہ السلام نے اس حدیث میں اپنے ارشاد میں مصر کی تین سو نمازیں واجب فرمائیں، اس سے پہلے کہ سایہ ایک مثل یا دو مثل ہو اور اسی پر باقی نمازوں کو قیاس کرو۔ [تبیین الحقائق ۱/۸۱]

یہاں سے ظاہر ہوا تقارب زمان اور نقصان مقدار سال و ایام اپنے ظاہر پر ہے جس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں بلکہ حدیث مسلم صاف صاف دافع تاویل ہے یہاں سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ سورج کا میل شمس جو مذکور ہوا اس کا اسی مقدار معاد پر قائم رہنا ضروری نہیں بلکہ اس میں بتدریج کمی ہوتی رہے گی تیزی سے موسم کی تبدیلی جس کا مشاہدہ ہے اس کی روشنی دلیل ہے نیز قرآن شریف میں فرمایا:

”وَالشَّمْسُ تَحْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ۔ یعنی اور سورج چلتا ہے اپنے ٹھہراؤ کے لیے یہ حکم ہے زبردست علم والے کا“ [ترجمہ کنز الایمان]

آیت کریمہ سے ظاہر کہ سورج مسلسل اپنے مستقر کی طرف چل رہا ہے اور جب سورج اپنے مستقر کی طرف رواں دواں ہے تو ضرور اس کی اس کے لئے ایک مسافت مقدر ہے جسے اس کو قیامت تک طے کرنا ہے لہٰذا وہ کسی ایک مستقر پر نہیں ٹھہرتا بلکہ جب کسی مستقر پر پہنچتا ہے بحکم الہی وہاں سے دوسرے مستقر کی طرف رواں ہو جاتا ہے یہی سلسلہ اس کی انتہائے سیر تک یعنی قیامت تک جاری رہے گا۔

تفسیر کبیر میں ہے:

”وَعَلَىٰ هَذَا فَمَعْنَاهُ تَجْرِي الشَّمْسُ وَقَدْ اسْتَقَرَّ رَاحَا
 اِی کَلِمَا اسْتَقَرَّتْ زَمَانًا امَرَتْ بِالْحَرِی فَجَرَتْ وَ
 یَحْمِلُ اِنْ تَكُوْنُ بِمَعْنٰی اِلٰی اِی اِلٰی مُسْتَقَرِّ لَهَا وَ
 یُوْیِدُ هَذَا قِرَآءَةً مِنْ قِرَآءٍ (وَالشَّمْسُ تَجْرٰی اِلٰی
 مُسْتَقَرِّ لَهَا) وَعَلٰی هَذَا فَفِیْ ذٰلِكَ الْمُسْتَقَرِّ وَجُوْهُ
 (الْاَوَّل) یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَعِنْدَهُ تَسْتَقِرُّوْا لِیَقِیْ لَهَا حَرٰکَةٌ.
 یعنی اور اس تقدیر پر جبکہ لام افادہ وقت کے لیے ہو تو آیت
 کا معنی یہ ہے کہ سورج اپنے زمانہ استقرار میں چلتا ہے
 یعنی جب کسی زمانہ میں کسی مستقر پر پہنچتا ہے اس کو وہاں
 سے چلنے کا حکم ہوتا ہے تو چل پڑتا ہے اور یہ احتمال ہے
 کہ لام بمعنی السی ہو یعنی سورج اپنے مستقر کی طرف
 چل رہا ہے اور اس توجیہ کی مؤید اس کی قرأت ہے جس
 نے یوں پڑھا ”وَالشَّمْسُ تَجْرٰی اِلٰی مُسْتَقَرِّ لَهَا“
 اور اس توجیہ پر اس مستقر مذکور میں چند توجیہات ہیں پہلی

یہ کہ وہ مستقر یوم قیامت ہے اور اس دن سورج ٹھہر جائے گا اور اس میں حرکت نہ رہے گی۔“ [۷۱/۲۶]
اسی میں ہے:

”قوله (ذلك) يحتمل ان يكون اشارة الى جری الشمس أى ذلك الحرى تقدير الله (الى ان قال) ان الشمس فى ستة اشهر كل يوم تمر على مسامته شئ لم تمر من امسها على تلك المسامته. یعنی اور اللہ کا فرمان ”ذلک“ اس میں احتمال ہے کہ اس میں اشارہ ہو سورج کے چلنے کی طرف یعنی سورج کا یہ چلنا اللہ کی تقدیر ہے یہاں تک کہ انہوں نے کہا کہ سورج چھ مہینوں میں ہر دن کسی شے کی سمت سے گزرتا ہے کہ گذشتہ کل اس سمت سے نہ گزرا تھا۔“ [۷۲/۲۶]

اس سے ظاہر کہ سورج مسلسل چل رہا ہے اور ایک مسافت طے کر رہا ہے اور اسے کسی مستقر پر قرار نہیں۔ اعلیٰ حضرت نے عبد اللہ ابن مسعود کی ایک قرآنہ نقل کی کہ انہوں نے یوں پڑھا ”لا مستقر لہا“ یہ تفاوت میل اور بتدریج ارتفاع وانخفاض اور بعد و قرب میں تفاوت کا مقتضی ہے اور آخر کار قیامت کے نزدیک سورج کے زمین سے زیادہ قریب ہونے پر دلالت کرتا ہے جو تقارب زمان اور یوم و سال میں نقصان کا مقتضی ہے جس کا افادہ احادیث نے فرمایا۔ وفى الآية وجوه اخرو القرآن محتج به على جميع وجوهه كما افاده الامام سیدی امجد مولانا الشیخ احمد رضا قدس سرہ نقلاً عن الزرقانی علی المواہب۔

جب عورتیں ترکی گھوڑوں پر بیٹھیں

یعنی فخر و مباہات کے طور پر مردوں سے مشابہت اختیار کریں۔
چنانچہ مصلحاً فرمایا گیا:

”اور عورتیں مردوں سے مشابہت اختیار کریں“

تو یہ قرینہ مقارنہ سابقہ کا بیان ہے مزید برآں اس میں افادہ عموم ہے یعنی خاص شہ سواری ہی نہیں بلکہ اور بھی مردانہ اطوار اپنائیں گی اور مستحق ذنب (گناہ) ہوں گی۔

بلا ضرورت صحیحہ عورت کو گھوڑے پر چڑھنا منع ہے کہ یہ بھی ایک قسم کا مردانہ کام ہے، حدیث میں اس پر لعنت آئی، ابن حبان اپنی صحیح میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

۱۔ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ لڑکیاں بھی بے جھجک مردوں کی طرح بال رکھتی ہیں، جیڑ چنٹ اور ٹی شرٹ جیسے تنگ و چست کپڑے پہن رہی ہیں جس سے ان کے بدن کے سارے نشیب و فراز واضح ہو جاتے ہیں یعنی کپڑا پہننے کے باوجود بھی وہ تنگی ہی ہوتی ہیں اور یہ دعوت گناہ دینے کے مترادف ہے۔

چنانچہ حدیث پاک میں ہے: عن ابن عمر قال لا تقوم الساعة حتى ينسفد الناس نساءً بالبہائم فی الطرق۔ یعنی حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ قیامت اس وقت تک نہ قائم ہوگی جب تک کہ لوگ جانوروں کی طرح راستوں میں چلتی نہ کرنے لگیں۔ [کنز العمال، جلد ۱۳، ص ۲۳۶]

آج جا بجا سڑکوں اور میلوں میں اعلانیہ زنا کاری کی وارداتیں ہونے لگی ہیں، جن کی خبریں ہم آئے دن اخبارات میں ملاحظہ کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب اس قدر بے حیائی و عریانیّت بڑھ جائے گی تو انجام یہی ہوگا ۱۲/ فاروقی غفرلہ۔

”یکون فی آخر امتی نساء یرکبون علی مرج
کاشبہ الرجال (الحديث) وفي آخره العنوهن
فانهن ملعونات یعنی میری امت کے آخر میں کچھ ایسی
عورتیں ہوں گی جو مردوں کی طرح جانوروں پر سوار ہوں گی
(الحديث) اور اس کے آخر میں یہ الفاظ آئے: ان عورتوں
پر لعنت بھیجو کیوں کہ وہ ملعون ہیں۔“ (اور انہماں ص ۳۵)
سنن ابی داؤد میں ابن ابی ملیکہ سے مروی ہے:

”قيل لعائشة ان امرأة تلبس النعل فقالت لعن
رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الرجل
من النساء یعنی ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی
الله تعالى عنها سے کہا گیا: ایک عورت مردانہ جوتا پہنتی
ہے، فرمایا رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان عورتوں پر
لعنت فرمائی جو مردانی وضع اختیار کریں۔“ (۲۱۰/۲)

زنان عرب جو اوڑھنی اوڑھتیں، جفالت کے لیے سر پر چچ دے
لیتیں اس پر یہ ارشاد ہوا کہ ایک چچ دیں دو نہ دیں کہ عمامہ والے مردوں
سے مشابہت نہ ہو جائے کیونکہ عورتوں کو مردوں سے اور مردوں کو عورتوں
سے ”تشبہ“ حرام ہے۔

امام احمد و ابوداؤد و حاکم نے بسند حسن ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ
تعالیٰ عنها سے روایت کی:

”ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم دخل عليها و

ہی تختمر فقال لية لاليتين یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ وہ اوڑھنی اوڑھ رہی ہیں تو ارشاد فرمایا سر پر صرف ایک پیچ دو، ورنہ ہوں۔“ [سنن ابوداؤد، ۲/۲۱۲]

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ام سعید بنت ام جمیل کو کمان لگائے مردانی چال چلتے دیکھا تو ارشاد فرمایا:

”سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول ليس منامن تشبه بالرجال من النساء ولا من تشبه بالنساء من الرجال، رواه احمد والطبراني . یعنی میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا کہ: وہ عورت ہم میں سے نہیں جو مردوں سے مشابہت اختیار کرے اور وہ مرد بھی جو عورتوں سے مشابہت اختیار کرے، اسے امام احمد و امام طبرانی نے روایت کیا۔“ [مسند احمد بن حنبل، ۲/۲۰۰]

عورت کو اپنے سر کے بال کترنا حرام ہے اور کترے تو ملعونہ کہ یہ مردوں سے مشابہت ہے اور عورتوں کا مردوں سے تشبہ حرام، درمختار میں ہے:

”قطعت شعر رأسها نعت ولعنت والمعنى المؤثرة التشبه بالرجال یعنی کسی عورت نے سر کے بال کتر ڈالے تو گنہگار ہوئی نیز اس پر اللہ کی لعنت ہوئی، اس میں جو علت مؤثرہ ہے وہ مردوں سے ”تشبہ“ ہے۔“ [۲/۲۵۰]

جب عورتیں مردوں سے

اور مرد عورتوں سے مشابہت کریں

یہ بھی قیامت کی نشانیوں میں سے ہے اور یہ نشانی واقع ہو چکی۔
زمانہ حال میں بکثرت اس کا مشاہدہ ہو رہا ہے اور یہ شرعاً ممنوع ہے۔
مسند امام احمد جلد ۱ ص ۳۳۹ پر ہے:

”لعن اللہ المتشبهین من الرجال بالنساء و
المتشبهات من النساء بالرجال . یعنی اللہ کی لعنت
ہے ان لوگوں پر جو عورتوں کی وضع اختیار کریں اور ان
عورتوں پر جو مردوں کی وضع اختیار کریں۔“

آج عورتوں اور مردوں نے بہت سے طریقے ایک دوسرے سے
مشابہت کے اختیار کر لئے ہیں۔ انھیں میں سے یہ مروجہ چین کی گھڑی ہے
جسے عام طور پر مردوں میں پہننے کا رواج ہو گیا ہے۔

یہاں تک کہ بہت سارے امام، مولوی اور مفتی بھی بے دریغ اس
کو پہنے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہ قطعاً زینت ممنوعہ اور تحلی نا جائز ہے۔ اس کا
جواز اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کے کلمات سے بتایا جا رہا ہے
حالانکہ ان کے کلمات سے ہرگز اس کا جواز ثابت نہیں ہوتا۔

اولاً تو یہ چین جو ہاتھ میں پہنی جاتی ہے ان (اعلیٰ حضرت) کے
زمانے میں تھی ہی نہیں۔

ثانیاً جس چین پر اس کو قیاس کیا جا رہا ہے اس کے تعلق سے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی قدس سرہ متعدد جگہ جو کچھ فرماتے ہیں اس سے اس کی صاف حرمت مستفاد ہوتی ہے۔

اعلیٰ حضرت سے یہ سوال ہوا کہ:

”فی زماننا کرتوں اور صدر یوں میں چاندی کے بوتام مع زنجیر لگاتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ الی آخرہ“
اس کے جواب میں اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

”چاندی کے صرف بوتام ٹانگنے میں حرج نہیں کہ کتب فقہ میں سونے کی گھنڈیوں کی اجازت مصرح..... مگر یہ چاندی کی زنجیریں کہ بوتاموں کے ساتھ لگائی جاتی ہیں سخت محل نظر ہیں، کلمات ائمہ سے جب تک ان کے جواز کی دلیل واضح کہ آفتاب روشن کی طرح ظاہر و جلی ہو، نہ ملے حکم جواز دینا محض جرأت ہے کہ چاندی سونے کے استعمال میں اصل حرمت ہے۔“

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ ”اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ“ میں فرماتے ہیں: اصل در استعمال ذہب و ففضہ حرمت است یعنی جب شرع مطہر نے حکم تحریم فرما کر ان کی اباحت اصلہ کو نسخ کر دیا تو اب ان میں اصل حرمت ہو گئی کہ جب تک کسی خاص چیز کی رخصت شرع سے واضح و آشکار نہ ہو، ہرگز اجازت

نہ دی جائے گی بلکہ مطلق تحریم کے تحت میں داخل رہے گی ہذا وجہ و اقوال! ثانیاً ظاہر ہے کہ ان زنجیروں کے اس طرح لگانے سے تزیین مقصود ہوتا ہے بلکہ تزیین ہی مقصود ہوتا ہے اور ایسے ہی تزیین کو تحلی کہتے ہیں۔ علما تصریح فرماتے ہیں مرد کو سوا انگوٹھی پیٹی اور تلوار کے سامان مثل پر تلے وغیرہ کے چاندی سے تحلی کسی طرح جائز نہیں“ [فتاویٰ رضویہ، جلد ۹، ص ۳۴]

نیز اسی کے ص ۲۹۸/۲۹۹ پر فرماتے ہیں: ”زنجیروں کے لئے نہ زر (میٹن) کی طرح کوئی نص فقیر نے پایا، نہ جواز پر کوئی صاف دلیل بلکہ وہ بظاہر مقصود بنفہا ہیں، نہ زر کی طرح کپڑے کی کوئی غرض ان سے متعلق، نہ علم کی طرح ثوب میں مستہلک کے تابع ثوب ٹھہریں، نہ ان سے سنگار اور زینت کے سوا کوئی فائدہ مقصود اور وہ زیور زنان سے کمال مشابہ ہیں، ان کی ہیئت و حالت بالکل سہاروں کی سی ہے کہ ایک طرف ان کے کندوں میں بالیاں پرو کر ان کو دونوں جانب سے پیشانی کے بالوں پر لا کر کاٹا ڈال کر ملا دیتے ہیں وہ بھی ان زنجیروں کی طرح لڑیاں ہی ہیں بلکہ ان سے علاوہ تزیین ایک فائدہ بھی مقصود ہوتا ہے کہ بالیوں کا بوجھ کانوں پر نہ پڑے یہ انہیں اٹھا کر سہارا دیئے رہیں

اسی لئے ان کو سہارے کہتے ہیں اور ان زنجیروں کی لڑیاں سوا زینت کے کوئی فائدہ نہیں دیتیں تو بہ نسبت سہاروں کے ان کی لڑیاں جھومر کی لڑیوں سے شبہ ہیں اور سہاروں کی طرح یہ بھی داخل ملبوس ہیں بلکہ ان کا صرف زینت کے لئے بالذات مقصود اور کپڑے کی اغراض سے محض بے تعلق و نا مستہلک ہونا جھومر کی طرح ان کے اور بھی زیادہ لبس مستقل کا مقتضی ہے الی آخرہ“

یہاں سے ظاہر ہوا کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہ کے زمانے میں جو جیبی گھڑی کی چین رائج تھی، جسے کرتے صدری وغیرہ میں لگا کر گھڑی جیب میں رکھتے تھے، ان کے نزدیک اس کا بھی وہی حکم ہے جو زیور کا ہے تو یہ چیز جو دستی گھڑی میں لگائی جاتی ہے بدرجہ اولیٰ زیور ہے اور اس کے پہننے سے تحلی و زیبائش مقصود ہونا ظاہر تر ہے۔

لہذا اس کی حرمت اظہر اور اس میں عورتوں سے شبہ باہر و روشن تر۔ وہاں پہننے سے مشابہ ہونے کی وجہ سے حکم حرمت دیا تو یہاں پہننے میں کوئی شبہ ہی نہیں تو یہاں خالص حرمت ہے نہ کہ شبہ حرمت! جس کے بارے میں فرمایا:

”محرمات میں شبہ مثل یقین ہے تو اس میں چیز کی حرمت بہ نسبت زنجیر کے خوب آشکار ہے“

یہاں سے مجوزین کے قیاس کی حالت ظاہر ہو گئی۔ ہماری دانست میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہ کے کلمات میں نہ تعارض ہے، نہ ان

کے کسی فتویٰ سے اس چیز یا اس زنجیر کا جواز نکلتا ہے۔

بالفرض اگر صورت تعارض ہو بھی تو رجوع ان تصریحات کی طرف لازم ہے کہ خود قوی اور شبہ سے صاف ہے اور جس کلمہ سے اس کا خلاف متوہم ہو، اس کی تاویل لازم ہے اور اس طرح تطبیق دینا ضروری ہے۔

لہذا اگر ”الطیب الوجیز“ میں علامہ شامی کی اس بحث کے پیش نظر کہ یہ وضع لبس ہے یا محض تعلیق زنجیر، اعلیٰ حضرت نے یہ فرمادیا:

”احتر از اولیٰ ہے یا اس سے بچنا چاہیے“

تو تاویل اسی کلمہ تو ہم جواز کی ضروری ہے تاکہ دوسرے فتاویٰ سے تعارض لازم نہ آئے۔ بسا اوقات ”اولیٰ“ یا اس کے ہم معنی لفظ کا اطلاق ”واجب“ پر کرتے ہیں۔ چنانچہ ”عنایہ“ جلد اول، ص ۲۴۲ پر ہے:

”و كذلك ان صلى على النبي ﷺ يستمعون و

ينصتون سأل أبو يوسف أبا حنيفة رحمهما الله

إذا ذكر الامام هل يذكرون ويصلون على النبي

ﷺ قال أحب الى أن يستمعوا وينصتوا ولم يقل

لا يذكرون ولا يصلون فقد أحسن في العبارة و

احتشم من أن يقول لا يذكرون ولا يصلون على

النبي ﷺ وانما كان الاستماع والانصات

أحب لان ذكر الله والصلوة على النبي عليه

السلام ليس بفرض واستماع الخطبة فرض.

يعني یونہی اگر خطیب نبی علیہ الصلاۃ والسلام پر درود

پڑھے تو لوگوں کو سننا اور چپ رہنا لازم ہے۔ امام ابو یوسف نے امام اعظم سے پوچھا امام اگر ذکر کرے کیا مقتدی بھی ذکر کریں اور نبی علیہ الصلاۃ والسلام پر درود بھیجیں؟ امام اعظم نے فرمایا مجھے یہ پسند ہے کہ وہ لوگ خطبہ سنیں اور خاموش رہیں اور امام اعظم نے یہ نہ کہا کہ ذکر نہ کریں اور درود نہ بھیجیں تو اس طرح تعبیر میں حسن اسلوب سے کام لیا اور یہ کہنے سے بچے کہ ذکر نہ کریں اور درود نہ بھیجیں اور سننا اور خاموش رہنا اس لئے پسندیدہ ٹھہرا کہ اللہ کا ذکر اور نبی علیہ السلام پر درود بھیجنا فرض نہیں اور خطبہ کا سننا فرض ہے۔

نیز ”جوہرہ نیرہ“ جلد ۲ ص ۲۶۰ پر ہے:

”وینبغی ان یکون قدر فضة الخاتم مثقالاً، لا یزاد علیہ وقیل لا یملغ بہ المثقال“ یعنی انگلیشی کی چاندی کی مقدار ایک مثقال ہونا چاہیے اور اس سے زیادہ کرنا منع ہے اور ایک قول یہ ہے کہ چاندی کی مقدار پوری ایک مثقال نہ کرے۔

اس جگہ بھی ”یجب“ (واجب) کی جگہ ینبغی (چاہیے) فرمایا۔ خود ”فتاویٰ رضویہ“ میں اس کی نظیر یہ ارشاد ہے عشرہ محرم میں تین رنگوں کے بابت فرماتے ہیں:

”مسلمان کو چاہیے عشرہ مبارکہ میں تین رنگوں سے بچے

سبز، سرخ، سیاہ۔ سبز کی وجہیں تو معلوم ہو گئیں اور سرخ آج کل نا صبی خبیث خوشی کی نیت سے پہنتے ہیں۔ سیاہ میں اودا، نیلا، کاسنی، سبز میں کاسنی، دھانی پستی سرخ میں گلابی، عنابی نارنگی سب داخل ہیں۔ غرض جس پران میں کوئی رنگ صادق آئے اگر سوگ یا خوشی کی نیت سے پہنے جب تو خود ہی حرام ہے ورنہ ان کی مشابہت سے بچنا بہتر "الی آخرہ۔ [فتاویٰ رضویہ، جلد ۹ ص ۳۰۱]

یہاں بہتر اور حرام کے تقابل سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر سوگ یا خوشی کی نیت نہ ہو تو ان کپڑوں کو پہننا جائز بلکہ اچھا بہتر کے مقابل بہ یعنی اچھا ہے حالانکہ سیاق کلام سے یہ معنی کس قدر بیگانہ ہے۔ یہ امر کسی پوشیدہ نہیں تو قطعاً یہاں بہتر معنی تفضل پر نہیں، نہ محض مستحب کے معنی میں اور یہاں عبارت میں لفظ "چاہیے" بھی محض مستحب کے معنی میں نہیں کہ مقابل واجب قرار پائے بلکہ مراد یہ ہے کہ اگر یہ نیت نہ بھی ہو، جب بھی ان کی مشابہت سے بچنا اولیٰ و واجب ہے تو یہاں بھی لفظ "چاہیے" اور بہتر "واجب" کی جگہ استعمال ہوا ہے اس لئے پہلے یہ کہا:

"عشرہ محرم کے سبز رنگے ہوئے کپڑے بھی ناجائز ہیں۔

یہ بھی سوگ کی غرض سے ہیں الی آخرہ" [ایضاً جلد ۹ ص ۳۰۰]

شاید ایک وجہ اس جیبی گھڑی کی زنجیر کے جواز کی ممکن ہے۔ اس صورت میں جبکہ وہ چیز چاندی و سونے کے علاوہ کسی اور دھات کی ہو اور اس سے تحلی زینا و نمائش مقصود نہ ہو بلکہ گھڑی کی حفاظت کے لئے کپڑے

میں چھپا کر لگائی جائے۔

اس صورت میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے کلمات سے اگر اس چیز کے جواز کا ایہام ہوتا ہے تو اس کا محمل یہی صورت ہے اور اسی صورت پر ان کے کلمات کو محمول کرنے سے ان کے فتاویٰ میں تعارض کا وہم مندرج ہو جاتا ہے، مگر یہ صورت جیسی گھڑی کی چین میں نہیں تو اس پر قیاس درست نہیں کہ دونوں صورتیں جدا گانہ ہیں۔

جب غیر اللہ کی قسم کھائی جائے

علامت قیامت میں سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے یہ بھی بتایا کہ لوگ غیر اللہ کی قسم کھائیں گے اور غیر اللہ کی قسم کھانا شرعاً ممنوع ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

”من حلف بغير الله فقد اشرک۔ یعنی جو غیر اللہ کی قسم

کھائے وہ مشرک ہے۔ [فیض القدیر، جلد ۶، ص ۱۲۰]

یعنی حقیقتاً مشرک ہے اگر غیر اللہ کی وہ تعظیم مراد لے جو اللہ کے لئے خاص ہے، اسی قبیل سے بتوں کی قسم کھانا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ سے حدیث ہے: جو قسم کھائے تو اپنی قسم میں یوں کہے ”لات وعزیٰ کی قسم“ تو وہ کلمہ توحید پڑھے اور جو اپنے دوست سے کہے ”آؤ تم سے جو اکیلوں“ تو وہ صدقہ دے۔

حدیث کے اس فقرے سے معلوم ہوا کہ گناہ کا ارادہ جب دل میں پختہ ہو جائے تو یہ بھی گناہ ہے اور اس کو ظاہر کرنا دوسرا گناہ۔ صدقہ دینے کا حکم اس گناہ کے کفارے کے لئے بطور استجاب ہے۔ حدیث میں ہے:

”الصدقة تطفي غضب الرب كما يطفى الماء

النار۔ یعنی صدقہ اللہ کے غضب کی آتش کو ایسے بجھا دیتا

ہے جیسے پانی آگ کو۔ [طبرانی، جلد ۱۹، ص ۱۳۵]

اس حدیث میں ”لا اله الا الله“ پڑھنے کا جو حکم دیا اس میں دو

احتمال ہے۔ ایک یہ کہ نو مسلم سے عادت سابقہ کی وجہ سے سہواً سبقت لسانی سے بتوں کی قسم صادر ہو تو اس کے لئے مستحسن ہے کہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" ان برے کلمات کے کفارے کے طور پر پڑھے اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ لات و عزیٰ اور بتوں کی تعظیم مقصود ہو۔

اس صورت میں وہ شخص مرتد ہو جائے گا اور کلمہ خلاف اسلام سے تبری کے ساتھ تجدید ایمان لازم ہوگی اور کلمہ توحید پڑھنا ضروری ہوگا اور اگر غیر اللہ کی قسم میں وہ تعظیم مراد نہیں جو اللہ کے لئے خاص ہے تو یہ حقیقتاً شرک نہیں لیکن صورتاً اہل شرک کے فعل سے مشابہ ہونے کی صورت کی وجہ سے اس پر بھی شرک کا اطلاق آیا اور نہ جروتشید کے طور پر اس کے مرتکب کو بھی مشرک کہا گیا۔

اس صورت میں مراد یہ ہے کہ اس شخص نے مشرکوں جیسا فعل کیا اس قبیل سے باپ، دادا، بیٹے وغیرہ کے نسب پر تفاخر کے طور پر قسم کھانا ہے جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں رواج تھا۔ حدیث میں اس سے بھی ممانعت آئی۔
اقول ہمارے طرز بیان سے صاف معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک اعرابی کے متعلق "افلح وایبہ ان صدق فرمانا یعنی یہ فلاح کو پہنچا اپنے باپ کی قسم اگر سچا ہے" ممانعت کے تحت داخل نہیں بلکہ بیان جواز کے لئے ہے۔

گویا سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے فعل سے یہ بتا رہے ہیں کہ باپ کی قسم کھانا ناجائز نہیں جب کہ رسم جاہلیت کے طور پر تفاخر کے لئے نہ ہو، نہ اس سے تعظیم مفرط کہ ممنوع ہے، مقصود ہو اور ایک احتمال یہ ہے کہ ایسی

جگہ تاکید کلام اور تقویت بیان مقصود ہوتی ہے تو اس صورت میں قسم شرک نہیں۔

تنبیہ: غیر اللہ سے مراد وہ تمام چیزیں ہیں جنہیں شرعاً اللہ و رسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی علاقہ نہیں نہ شرعاً ان کی کوئی حرمت ہے، نہ ان کی تعظیم کا حکم۔ نبی و رسول کعبہ و ملائکہ اس معنی کر غیر اللہ میں داخل نہیں (اگرچہ باب حلف میں یہ بھی غیر اللہ ہیں مگر یہ مندرجہ بالا کے لحاظ سے غیر اللہ نہیں) کہ شرعاً ان کی تعظیم کا حکم ہے۔

ازاں جا کہ اللہ نے ان کی تعظیم کا حکم دیا تو ان کی تعظیم اللہ ہی کی تعظیم ہے۔ ان کی قسم کھانا حرام نہیں مگر علمائے بہ مقتضائے احتیاط اس طرح کی قسم کھانے کو مکروہ کہا بلکہ اس سے ممانعت خود حدیث میں آئی۔ قسم شرعی جس کا کفارہ لازم ہے، وہ اللہ کی وہ قسم ہے جو اللہ کی ذات سے یا اس کی صفات سے متعارف طور پر کھائی جائے۔

غیر اللہ کی قسم، قسم شرعی نہیں۔ علما فرماتے ہیں: اگر غیر اللہ کی قسم کو قسم شرعی جانے اور اس کا پورا کرنا لازم سمجھے، اس صورت میں آدمی کافر ہو جائے گا۔

امام رازی نے فرمایا:

”میری جان کی قسم، تیری جان کی قسم“ کہنے والے پر مجھے

۱۔ آج کل لوگ چھوٹی چھوٹی باتوں پر ”تیری قسم، تیری جان کی قسم“ جیسی قسمیں کھانے لگتے ہیں حالانکہ ایسی قسم کھانے سے انھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچتا بلکہ حضرت امام رازی کے مطابق ایسی قسم ”کفر“ سے زیادہ قریب ہے۔ بعض لوگ بات بات پر ”اگر میں ایسا (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کفر کا اندیشہ ہے اور لوگ عام طور پر یہ نادانی میں کہتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو میں کہتا یہ شرک ہے۔
امام رازی کے اس قول سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ غیر اللہ کی قسم کو قسم شرعی جاننے میں علما کے دو قول ہیں:

ایک میں آدمی مطلقاً کافر ہو جائے گا اور دوسرا یہ کہ اس میں اندیشہ کفر ہے۔ یہ دوسرا قول محتاطین متکلمین کی روش پر ہے اور ان کا مذہب مختار و معتمد ہے جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

اقول یہ اس صورت میں ہے کہ کہنے والا اسے قسم شرعی سمجھے اور اس کا پورا کرنا ضروری جانے اور قسم پوری نہ ہونے کی صورت میں کفارہ دینا ضروری قیاس کرے، جیسے بعض جاہل اپنے بچے کی قسم کھاتے ہیں اور اس کا پورا کرنا ضروری سمجھتے ہیں اور نہ کرنے کی صورت میں کفارہ لازم خیال کرتے ہیں۔

اگر یہ صورت نہ ہو یعنی قائل اسے قسم شرعی نہ جانے نہ تعظیم مفرط کا قصد کرے تو اس پر یہ محذور لازم نہیں آتا کما للہ بخفی۔

اور اس حدیث میں غیر اللہ کی قسم کھانے والے کو جو شرک فرمایا گیا اس سے اس شخص کا بھی حکم ظاہر جو یوں قسم کھائے "اگر میں یہ کام کروں (والعیاذ باللہ تعالیٰ) تو یہودی یا نصرانی یا ملت اسلام سے بری و بیزار

(بقیہ صفحہ گذشتہ) نہ کروں یا ایسا کہوں تو ایسا ہو جاؤں مثلاً حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے محروم ہو جاؤں یا میرا بنامر جائے یا میں گورھی ہو جاؤں" کہہ ڈالتے ہیں ایسے لوگ مذکورہ بیان سے سبق حاصل کریں ۱۲۰ فاروقی غفرلہ۔

ہو جاؤں" ایسی قسم کھانا سخت حرام بد کام کفر انجام ہے۔
 بعض علما نے اس پر مطلقاً قائل کو کافر کہا مگر صحیح یہ ہے کہ اس مسئلہ
 میں وہی تفصیل ہے جو "من حلف بغير الله فقد اشرك" یعنی جو غیر
 اللہ کی قسم کھائے وہ مشرک ہے" میں بیان ہوئی اس تفصیل کی طرف خود
 دوسری حدیثوں میں اشارہ ہے ارشاد ہوا:

"من حلف على ملة غير الاسلام كاذباً فهو كما
 قال" یعنی جو مذہب اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب کی قسم
 کھائے دراصل حالیکہ وہ اس قسم میں جھوٹا ہو تو وہ ویسا ہی
 ہے جیسا اس نے کہا۔ [مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، جلد ۶، ص ۵۸۱]
 حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

"کے کہ سو گند خورد بردین کہ جزء اسلام است۔ چنانکہ
 گوئید اگر ایں کار کنم یہودی یا شتم یا نصرانی شوم یا بیزارم
 از دین اسلام یا از پیغمبر یا از قرآن (کاذباً) در حال کہ
 بدروغ خوردندہ است ایں سو گند را چنانکہ بکنند ایں کار را زیرا
 کہ ایں سو گند برائے منع فعل است کہ نکلندہ پس صدق
 وے بآنت کہ نکلند اگر بکنند کاذب باشد (فہو کما قال)
 پس آں کے بچناں است کہ گفت یعنی یہودی و نصرانی و
 بری از دین اسلام ظاہر حدیث آنت کہ قائل ایں حدیث
 کافر میگرد و بجز حلف یا بعد از حث از جہت اسقاط حرمت
 اسلام الخ" یعنی اگر کوئی دین اسلام کے علاوہ کسی دین

کی قسم کھائے مثلاً یوں کہے کہ اگر وہ یہ کام کرے تو یہودی نصرانی یا دین اسلام سے بیزار یا پیغمبر یا قرآن سے بری ہو جائے اور حال یہ ہو کہ وہ جھوٹی قسم کھائے یعنی وہ کام کر بیٹھے اس لئے کہ قسم کھانا اس فعل سے باز رہنے کے لئے ہے تو قسم کا سچا ہونا یہ ہے کہ وہ کام نہ کرے جس کے نہ کرنے کی قسم کھائی تھی اگر وہ کام کرے گا تو جھوٹا ٹھہرے گا۔ حدیث میں اس شخص کے متعلق فرمایا کہ: وہ ویسا ہی ہے جیسا اس نے کہا یعنی یہودی یا نصرانی یا دین اسلام سے بری۔ اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ ایسی قسم کھانے والا قسم سے کافر ہو جائے گا، اس لئے کہ اس جہت سے کہ اس نے حرمت اسلام کو ساقط کیا اور کفر پر راضی ہوا۔ [۱۰۱۱ الممعات شرح مشکوٰۃ، جلد سوم، ص ۲۱۱]

بعض علما نے نظر بر ظاہر حدیث ایسی قسم کھانے والے کو مطلقاً کافر کہا اور بعض علما نے فرمایا کہ مراد اس قسم سے یہ ہے کہ وہ شخص اپنے نفس کو تحدید اور اس کے وعید میں مبالغہ کر رہا ہے تاکہ اس کام سے اپنے آپ کو بعض رکھے تو مقصود قسم سے شدت زجر نفس و تحدید ہے۔ لہذا ہمارے نزدیک وہ جب تک قسم نہ توڑے محض اس قول سے کافر نہ ٹھہرے گا۔ اس طرح اگر فعل ماضی پر دین اسلام سے برأت کو معلق کیا تو محتاطین کے نزدیک کافر نہ رہے گا اور بعض مشائخ کے نزدیک فعل ماضی پر معلق کرنے کی صورت میں کافر ہو جائے گا۔

مگر صحیح یہی ہے کہ اس صورت میں بھی کافر مطلق نہ ہوگا۔ اس لئے کہ کافر اعتقاد کفر سے ہوتا ہے اور یہاں ظاہر یہ ہے کہ اس کی مراد قسم سے زجر نفس اور تحدید ہے یعنی جب کہ کسی فعل مستقبل پر اس حکم کو معلق کرے یا برأت کو مؤکد طور پر یقین دلانا ہے یہ اس صورت میں ہے کہ فعل ماضی پر معلق کرے گویا وہ بتانا چاہتا ہے کہ یہ کام اس کے نزدیک ایسا ہی مکروہ و نا پسند ہے جیسا کہ اس کا یہودی یا نصرانی یا اسلام سے بری ہونا۔ اس لئے تحدید نفس کے لئے ایسی چیز پر معلق کیا جو اس کے نزدیک مکروہ و محذور ہے۔

اقول حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس باب میں جو دوسرا قول ذکر کیا وہ محتاطین کا ہے جو متکلمین کی روش پر ہے اور ان کی روش یہ ہے کہ وہ محض ظاہر پر حکم کفر نہیں لگاتے اور کلام میں ادنیٰ احتمال مانع تکفیر ہو، اس کا لحاظ کرتے ہیں اور قائل کو جب تک اس کی مراد ظاہر نہ ہو جائے کافر کہنے سے گریز کرتے ہیں اور یہ احتمال جو ان علما کو ایسی قسم کھانے والے پر حکم کفر لگانے سے باز رہنے کا مقتضی ہوا وہ خود حدیث سے ظاہر ہے کہ فرمایا:

”اگر وہ اس قسم میں جھوٹا ہو تو ویسا ہی ہے جیسا اس نے کہا“

جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اگر وہ اس قسم میں سچا ہے اور اسی معنی کفری کا ابتداء ارادہ نہ کیا ہو (یعنی یہودی یا نصرانی ہونے پر اب اس سے راضی ہونا) تو وہ ایسا نہیں جیسا کہا اور اس احتمال کی تصریح دوسری حدیث میں ارشاد ہوئی جو حضرت بریدہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: جو یہ کہے کہ وہ اسلام سے بری ہے (اگر یہ کام کرے) تو وہ ایسا

ہی ہے جیسا اس نے کہا اور اگر وہ اس قسم میں سچا ہے تو اسلام میں گناہ سے سلامتی کے ساتھ نہ رہے گا۔

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ اس قسم سے اس کا اسلام ظاہر ہو جائے گا اور وہ ویسا ہی ہو جائے گا جیسا اس نے کہا اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ اس کافر ہونے کو قسم ٹوٹنے پر معلق کرے۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت بریدہ نے روایت کی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

”من قال انی برئ من الاسلام فان کان کاذبا فهو کما قال۔ یعنی جس کسی نے کہا میں اسلام سے بری ہوں اور اپنے قول میں جھوٹا ہو تو وہ ویسا ہی ہے جیسا اس نے کہا“ [مشکوٰۃ شریف، ص ۲۹۶/۲۹۷]

شاید اس سے قائل کی مراد نفس کی تحدید اور خود کو وعید شدید ہے نہ یہ کہ یہ حکم لگانا کہ وہ ابھی سے یہودی ہو گیا یا اسلام سے بری ہو گیا تو گویا وہ یوں کہہ رہا ہے کہ وہ قسم ٹوٹنے کی صورت میں اسی عقوبت کا سزاوار ہے جس کا یہودی مستحق ہے اور اس کی نظیر حضور کا یہ قول ہے:

”من ترک الصلوٰۃ متعمداً فقد کفر۔ یعنی جو جان بوجھ کر نماز چھوڑے وہ کافر ہو جائے“، یعنی وہ کافر کی عقوبت کا سزاوار ہے“ [جامع الصغیر مع فیض القدیر، جلد ۶، ص ۱۰۲]

حضرت امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی طرح یہاں دو قول ذکر کئے مگر صراحتہً کسی قول کی صحت کا

افادہ نہ فرمایا البتہ دوسرے احتمال کی توضیح و تعلیل ارشاد فرمائی جس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک بھی یہی مختار ہے کہ قائل مطلقاً کافر نہ ٹھہرے گا بلکہ قسم نوٹنے کی صورت میں رضایا لکفر کے تیقن کی وجہ سے کافر ہوگا اور یہی حدیث کا ظاہری مفاد ہے کہ اس کے اسلام سے بری ہونے کو کاذب ہونے پر معلق فرمایا تو وہ اس باب میں نہ صرف ارشاد علماء سے بلکہ خود حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر مسلم کے کلام میں اگر متعدد احتمالات ہوں جو اس کے کفر کے مقتضی ہوں اور ایک وجہ سے اس کے اسلام کے متقاضی ہوں تو ہم پر لازم ہے کہ ایک وجہ کی طرف میلان رکھیں اور جب تک احتمال قائم ہو، مسلمان کو کافر نہ کہیں۔

اس لئے ”رد المحتار“ میں فرمایا:

”لا یفتی بکفر مسلم ان امکن حمل کلامہ علی محمل حسن او کان فی کفرہ اختلاف ولو کان ذلک روایۃ ضعیفۃ۔ یعنی مسلمان کے کافر ہونے کا فتویٰ نہ دیا جائے گا جبکہ اس کے قول و فعل کو اچھے پہلو پر رکھنا ممکن ہو یا اس کے کفر میں اختلاف ہو اگرچہ روایت ضعیفہ ہو۔“ [رد المحتار، جلد ۴، ص ۲۲۹/۲۳۰]

ثم اقول ہمارے کلمات جو ابھی گزرے ان سے صاف ظاہر

ہے کہ حدیث کا ظاہری مفاد اس قائل کا بصدور حث (جب قسم توڑے) کافر ہونا ہے، نہ کہ مطلقاً کافر ہونا تو اس صورت میں ظاہر حدیث بھی اس دوسرے قول کے قائلین کے ساتھ ہے اور قائل کے مطلقاً کفر کے ظاہر

ہونے کا دعویٰ محل نظر ہے۔

اس کو ظاہر تسلیم بھی کر لیں تو اس پر قاتل کی تکفیر اسی صورت میں ممکن ہے جب کہ ظاہری معنی کے مراد ہونے کا احتمال آشکار ہو اور اگر قرینہ عرف یا اور کوئی قرینہ اس بات پر قائم ہو کہ قاتل نے وہ معنی کفری اصلاً مراد نہ لئے تو اس صورت میں وہ احتمال ہی نہ رہے گا اور ظاہر متردک ٹھہرے گا اس کی بہت مثالیں ممکن ہیں۔

عام بول چال میں کہتے ہیں کہ ”فصل بہار نے سبزہ اگایا، حاکم نے بچایا، اس مرض کا یہ شافی علاج ہے، یہ زہر قاتل ہے“ یہاں ان سب مثالوں میں مومن کا ایمان، عرف سب گواہ ہیں کہ اس کی مراد حقیقی معنی جو لفظ سے ظاہر ہے، نہیں بلکہ ان تمام مثالوں میں سب کی طرف اسناد کی گئی ہے کہ اعتقاد مومن کا یہ ہے کہ مؤثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہے اور یہ چیزیں خود مؤثر نہیں بلکہ اللہ کے قائم کردہ اسباب ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے یہ تاثیر رکھی ہے۔ یہ وہابیہ کا ظلم ہے کہ ان عام محاورات سے آنکھیں میچتے ہیں اور ان کے بولنے کو تو مسلمان جانتے ہیں مگر اسی طور پر اولیا، انبیاء کے لئے جو مسلمان تصرف و مدد ثابت کرے تو اسے مشرک گردانتے ہیں جس میں راز یہ ہے کہ ان کے نزدیک اولیاء درکنار رسول ہی کی تعظیم شرک ہے جیسا کہ ”تقویت الایمان“ کے مطالعہ سے ظاہر ہے۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت ان ہی کے حق میں فرماتے ہیں۔

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم رسول

اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

آمدم بر سر مطلب! اب اس مسئلہ ظاہرہ کی طرف لوٹے اور تقریر مندرجہ بالا کو مد نظر رکھ کر سوچئے۔ جب کہ قائل کی مراد اپنے نفس کو زبردستی اور وعید شدید اور اس مکروہ و محذور کام پر معلق کرنے سے اس کام سے امتناع و اجتناب کی تاکید ٹھہری تو یہ اگر عرف عادت سے معلوم ہو تو ایسی صورت میں وہ ظاہری معافی جن کا مفاد مطلقاً کافر ہونا ہے، نہ متحمل، نہ مراد بلکہ قطعاً متروک ہیں اور اس کے حق میں ظاہر بلکہ فوق الظاہر قائل کی وہی مراد ہے جو عرف و اسلوب معقاد سے معلوم ہوئی۔

لہذا قائل جب تک حائث نہ ہو، کافر نہ ٹھہرے گا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ایسی قسم کھانا سخت شنیع اشد حرام ہے جس سے قائل پر توبہ لازم ہے اور احتیاطاً تجدید ایمان بھی ضرور!

در مختار جلد ۴ ص ۲۳۶/۲۳۷ پر ہے:

”فیکون کفر الاتفاق یطل العمل والنکاح واولادہ اولاد الزنا وما فیہ خلاف یومر بالاستغفار والتوبہ وتجدید النکاح (ای تجدید الاسلام و تجدید النکاح) یعنی جو بات متفق علیہ کفر ہے وہ عمل کو اور نکاح کو باطل کر دیتی ہے اور ایسے شخص کی اولاد، اولاد الزنا ہے اور جس کے کفر ہونے میں اختلاف ہے، اس میں قائل کو توبہ (تجدید ایمان) تجدید نکاح کا حکم ہے۔“

رہی یہ بات کہ بصورت حث اس پر کفارہ ہے یا نہیں تو ائمہ حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ قسم توڑنے کی صورت میں اس پر کفارہ قسم لازم ہوگا جب

کہ کسی فعل آئندہ پر قسم کو معلق کیا ہو اور اس کی نظیر تحریم مباح ہے یعنی کسی فعل مباح کو اپنے اوپر بذریعہ قسم حرام کر لے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا:

”يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ. لِيَعْنِيَ اے غیب

بتانے والے (نبی) تم اپنے اوپر کیوں حرام کئے لیتے ہو وہ

چیز جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کی“ [سورہ تحریم پارہ ۲۸ آیت ۱]

سید عالم ﷺ حضرت ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے محل میں رونق افروز ہوئے۔ وہ حضور کی اجازت سے اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کو تشریف لے گئیں۔ حضور نے حضرت ماریہ قبطیہ کو سرفراز خدمت فرمایا۔ یہ حضرت حفصہ پر گراں گزرا۔ حضور نے ان کی دلجوئی کے لئے فرمایا: میں نے ماریہ کو اپنے اوپر حرام کیا اور میں تمہیں خوش خبری دیتا ہوں کہ میرے بعد امت کے مالک ابو بکر و عمر ہوں گے۔ وہ اس سے خوش ہو گئیں اور نہایت خوشی میں انہوں نے یہ تمام گفتگو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سنائی اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

اس آیت کے متصل سرکار سے یہ ارشاد ہوا:

”قَدْ فَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ. بے شک اللہ

نے تمہارے لئے تمہاری قسموں کا اتار مقرر فرمادیا“

[پارہ ۲۸ سورہ تحریم، آیت ۲۔ کنز الایمان]

اس طرح یہاں بھی اللہ تعالیٰ قائل نے اس طرح قسم کھا کر کہ وہ اگر یہ کام کرے ”تو وہ یہودی یا نصرانی ہے“ اپنے اعتقاد میں مباح کو حرام

ٹھہرا لیا۔ لہذا بصورتِ حث یہاں بھی کفارہ لازم ہوگا۔ یہ اس صورت میں ہے جبکہ کسی فعل آئندہ پر ایسی قسم کھائی جائے اور اگر فعل ماضی پر ایسی قسم کھائی اور اس قسم میں وہ شخص جھوٹا تھا تو اس صورت میں کفارہ نہیں، محض توبہ لازم ہے اور احتیاطاً تجدیدِ ایمان، تجدیدِ نکاح بھی ضروری ہے۔

اس قسم کی قسم عرفِ شرع میں ”یمین غموض“ کہلاتی ہے اور اس میں بھی حسبِ سابق دو قول ہیں پہلا یہ کہ وہ شخص مطلقاً کافر ٹھہرے گا اور اس صورت میں ظاہرِ حدیث کہ فرمایا ”اگر وہ جھوٹا الٰہی آخرہ“ اس کا قول شدید ہے اور دوسرا قول یہ کہ محض قسم مراد لی تو کافر نہ ہوگا۔

یہاں تک قسم کی دو قسمیں بیان ہوئیں اور تیسری قسم ”یمین لغو“ ہے یعنی غلط فہمی میں کسی بات پر قسم کھائی اور واقعہ اس کے گمان کے خلاف ہو مثلاً یوں کہے ”خدا کی قسم میں نے زید سے بات نہ کی“ یا ”خدا کی قسم میں گھر میں داخل ہوا“ اس کا حکم یہ ہے کہ اس میں نہ گناہ، نہ کفارہ۔

قال اللہ تعالیٰ:

”لَا يُؤْخَذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَكِنْ يُؤْخَذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُمُ الْأَيْمَانَ“ یعنی اللہ تمہیں نہیں پکڑتا تمہاری غلط فہمی کی قسموں پر ہاں ان قسموں پر گرفت فرماتا ہے جنہیں تم نے مضبوط کیا [سورہ مائدہ پارہ ۷۷ آیت ۸۹، کنز الایمان]

یہاں تو غیر اللہ کی قسم کے متعلق تفصیل احکام بروجہ تمام ہوئی اور خود اللہ کے اسماء و صفات کی قسم کھانا سخت محلِ احتیاط ہے لہذا اس میں بھی زیادتی نہ چاہیے۔

حدیث شریف میں آیا:

”من كان حالفاً فليحلف بالله اولى صمت“ یعنی جو قسم کھانے کا ارادہ کرے تو اللہ کی قسم کھائے یا چپ رہے
[فیض القدیر، جلد ۶، ص ۲۰۷]

اور اکثر احوال میں اللہ کی قسم کھانے سے بعض رہنا اور نام الہی کو ابتذال سے بچانا مقتضائے احتیاط ہے اور بکثرت اللہ کی قسم کھانا جرأت و بے باکی ہے۔

اسی لئے قرآن کریم میں فرمایا:

”وَلَا تَجْعَلُوا اللَّهَ عُرْضَةً لِإِيمَانِكُمْ“ یعنی اور اللہ کو اپنی قسم کا نشانہ نہ بناؤ“
[سورہ بقرہ پارہ ۲ آیت ۲۲۳۔ کنز الایمان]

مفسرین نے اس آیت کے معنی یہ بتائے کہ اللہ کے نام کو نشانہ نہ بناؤ اور جاو بے جا اس کو مبتذل نہ کرو کہ تم نیکوکار رہو جب نادرا قسم کھاؤ اور گناہ سے بچو جب کہ تمہاری قسمیں کم ہوں۔ اس لئے کہ قسموں کی کثرت نیکی اور تقویٰ سے دور کرتی ہے اور گناہ اور اللہ کے حضور بے باکی سے قریب کرتی ہے۔

چنانچہ علامہ بھصاص رازمی فرماتے ہیں:

”فالمعنى لا تعرضوا اسم الله وتبذلوه في كل شئ لان تبرؤا اذا حلفتم وتتقوا المأثم فيها اذا قلت ايمانكم لان كثرتها تبعد من البر والتقوى وتقرّب من المأثم والجرأة على الله تعالى“ [احکام قرآن، جلد اول، ص ۳۵۴]

تو مطلب یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ تم کو کثرت قسم سے منع کرتا ہے اور بے باکی سے باز رکھتا ہے۔ اس لئے اس سے باز رہنے میں ہی نیکی و پرہیزگاری اور تمہاری اصلاح ہے۔

جب آدمی بغیر

طلب کے گواہی میں سبقت کرے

یعنی باطل گواہی دے جیسا کہ ”مجمع بحار الانوار“ میں ہے:

يَأْتِي قَوْمٌ يَشْهَدُونَ وَلَا يَسْتَشْهَدُونَ هَذَا عَامٌ فِيمَنْ
يُؤَدِّي الشَّهَادَةَ قَبْلَ أَنْ يُطْلَبَهَا صَاحِبُ الْحَقِّ فَلَا
يُقْبَلُ، وَمَا قَبْلَهُ خَاصٌّ، قِيلَ: هُمُ الَّذِينَ يَشْهَدُونَ
بِالْبَاطِلِ. يَعْنِي أَيْكَيْ قَوْمٍ آتَى كَيْ جَسَّ كَالْوَكَوَاهِي
دِيَسْ كَالْوَكَوَاهِي سَلْبُ نَبِيَسْ كِي كَالْوَكَوَاهِي كِي - يِي
عَامُ هِي اسُ مِيَسْ كِي كَالْوَكَوَاهِي كِي كَالْوَكَوَاهِي كِي
سَلْبُ كَالْوَكَوَاهِي سَلْبُ كِي كَالْوَكَوَاهِي كِي كَالْوَكَوَاهِي
خَاصُّ هِي كَالْوَكَوَاهِي كِي كَالْوَكَوَاهِي كِي كَالْوَكَوَاهِي
كِي كَالْوَكَوَاهِي كِي كَالْوَكَوَاهِي كِي كَالْوَكَوَاهِي

[مجمع البحار، جلد اول، ص ۲۷۰]

گواہی دیں۔

قرینہ و مقام اس کا مقتضی ہے۔

۱۔ حدیث پاک میں ہے: خیر الناس قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم ثم یفشو
الکذب حتی یشہد الرجل ولا یشہد ولا یشہد ولا یشہد ولا یشہد ولا یشہد ولا یشہد ولا یشہد
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے: سب سے بہتر میرا زمانہ ہے پھر جو اس سے قریب ہے
پھر جو اس سے قریب ہے پھر جھوٹ کی کثرت ہو جائے گی یہاں تک کہ آدمی گواہی دے گا
بغیر اس کے کہ گواہی طلب کی جائے اور آدمی حلف لے گا بغیر اس کے اس سے حلف لیا جائے
[ترمذی شریف جلد دوم ص ۵۳] ۱۲۱ فاروقی غفرلہ۔

جب عہدے میراث ہو جائیں

مراد اس سے وہ لوگ ہیں جو محض باپ دادا کی وراثت سے امیر و والی بن بیٹھیں اور مسلمانوں کے معاملات اور ان کے بلاد کے خود ساختہ حاکم ہو جائیں بغیر اس کے کہ خواص اشراف و اہل علم کہ ارباب حل و عقد ہیں، بے جبر و اکراہ اپنے اختیار سے ان کے معاون ہوں۔ نہ ایسے لوگوں سے مشورہ لیا جائے، نہ یہ امیر بیٹھنے والے اس کے مستحق ہوتے۔ یہ شرعاً مذموم و ممنوع ہے اور اس حکم منع و مذمت کے عموم میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جن کو عوام ارباب حل و عقد کو نظر انداز کر کے چن لیں اور بدرجہ اولیٰ وہ لوگ اس کے مصداق ہیں جو خود کو چنوانے کے لئے کھڑے ہوئے ہیں۔

”مجمع البحار“ میں ایک حدیث لکھی جس کا مضمون یہ ہے کہ اس سے بڑھ کر بڑا خائن کوئی نہیں جو غیر اصحاب رائے عوام کا منتخب امیر ہو۔

اس حدیث کی تصدیق زمانہ حال میں چندہ اور چندہ کے احوال سے خوب ظاہر ہے۔ لہذا اس پر مزید تبصرے کی ضرورت نہیں اور حدیث مندرجہ بالا کے مصداق وہ لوگ بھی ہیں جو بزرگوں کے جانشین محض وراثت کے بل پر بغیر استحقاق وہ بے انتخاب شرعی بن بیٹھے ہیں جیسا کہ زمانہ حال میں مشاہدہ ہے۔

۱۔ حدیث پاک میں ہے: اذ او سدا الامر ای یلی الخلافة او القضاء او الامارة من لبس باهل فانظر الساعة. یعنی جب کام مثلاً خلافت یا قضا یا امارت نااہلوں کے سپرد ہو جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔ [مجمع البحار، جلد اول، ص ۱۰۱] ۱۲/رقاروقی غفرلہ۔

جب مرد مردوں سے اور

عورتیں عورتوں سے بے نیاز ہو جائیں

اس کی تفصیل دوسری حدیث میں ارشاد ہوئی جس کو خطیب اور ابن عساکر نے حضرت واصلہ اور انس سے روایت کیا کہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: دنیا اس وقت تک فنا نہ ہوگی جب تک عورتیں عورتوں سے اور مرد مردوں سے بے نیاز نہ ہو جائیں اور ”السحاق“ عورت کا عورتوں سے باہم مباشرت کرنا عورتوں کا آپس میں زنا ہے۔

حدیث کے الفاظ یہ ہیں جو کنز العمال جلد ۱۴ ص ۲۲۶ موجود ہیں:

”لا تذہب الدنيا حتى يستغنى النساء بالنساء و

الرجال بالرجال، والسحاق زنا النساء فيما بينهن“

اور تیسری حدیث حضرت ابی سے مروی ہے فرمایا کہ ہم سے کہا گیا اس امت کے پیچھے لوگوں میں قیامت کے قریب کچھ چیزیں ظاہر ہوں گی۔ ان میں سے یہ ہے کہ آدمی اپنی بیوی سے یا کنیز سے اس کے دبر میں

۱۔ آج کل امریکہ میں یہ مرض عام ہے ان کا استدلال یہ ہے کہ ہم نے نکاح کیا ہے جس سے بیوی کے جسم کا ہر حصہ شوہر پر حلال ہو جاتا ہے، طرفہ یہ کہ وہاں کی عورتیں خود اپنی رغبت سے اس قبیح فعل کا ارتکاب کراتی ہیں جو سخت حرام ہے اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں سخت گنہگار اور مستحق غضب جبار ہیں ان پر اپنے اس فعل سے توبہ و استغفار واجب۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: من اتى حائضا وامراة فی دبرها فقد كفر بما انزل علی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعنی جو (بقیہ اگلے صفحہ پر)

جماع کرے اور یہ ان اعمال میں سے ہے جن کو اللہ اور رسول نے حرام کیا اور اس پر اللہ و رسول کا غضب ہے اور انہیں میں سے مرد کا مرد کے ساتھ صحبت کرنا اور یہ ان باتوں میں سے ہے جن کو اللہ و رسول نے حرام کیا اور انہیں میں سے عورت کا عورت کے ساتھ مباشرت کرنا اور یہ ان اعمال میں سے ہے جن کو اللہ و رسول نے حرام کیا اور اس پر اللہ و رسول کی ناراضگی ہے الٰہی آخرہ۔

حدیث کے الفاظ یہ ہیں جو کنز العمال جلد ۱۴ ص ۵۷۵ پر موجود ہیں:

”عن ابی قال قبل لنا أشياء تكون في آخر هذه
الامة عند اقتراب الساعة فمنها نكاح الرجل
امرأته وامته في دبرها وذلك مما حرم الله ورسوله
وہمقت الله عليه ورسوله ومنها نكاح الرجل
الرجل وذلك مما حرم الله عليه ورسوله ومنها
نكاح المرأة المرأة وذلك مما حرم الله ورسوله

(بقیہ صفحہ گذشتہ) شخص اپنی بیوی سے حالت حیض میں یا اس کی دبر میں جماع کرے، بے شک اس نے کفر کیا اس کے ساتھ جو محمد ﷺ پر نازل ہوا [احکام القرآن جلد اول ص ۳۵۳] فاروقی۔
۱۔ یہ اس قدر قبیح اور ناپاک فعل ہے کہ اگر لوطی تمام مسندوں کے پانی سے غسل کرے تب بھی پاک نہیں ہوگا فرمایا رسول ﷺ نے کہ: اللہ تعالیٰ لواطت کے مرتکب کو قبر میں خنزیر بنا دیتا ہے اس کے نتھنوں میں آگ سی گھستی ہے اور پیچھے سے لگتی رہتی ہے [نزہۃ المجالس جلد ۲ ص ۶۲] فاروقی۔
۲۔ جس طرح مردوں میں لواطت کا مرض تیزی سے بڑھ رہا ہے، اسی طرح اب عورتوں میں بھی ہم جنس پرستی بڑھتی جا رہی ہے اور طرفہ تو یہ کہ یورپ کے اکثر ممالک میں اسے قانونی درجہ حاصل ہے اور وہاں ہم جنس پرست عورتیں اور مرد آپس میں بے جھجک کورٹ میرج کر رہے ہیں اس طرح حضور ﷺ کی یہ پیشین گوئی حرف بحرف سچ ثابت ہو رہی ہے، ۱۲/۱۲ فاروقی غفرلہ۔

وَيَمَقِّتُ اللَّهُ عَلَيْهِ وَرَسُولَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرب قیامت کی جو نشانیاں
 بیان فرمائیں، ان میں سے اکثر علامتیں واقع ہو چکیں جس پر مشاہدہ شاہد
 عدل ہے اور جو باقی ہیں وہ بھی ضرور واقع ہوں گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مآخذ و مراجع

نمبر شمار	کتاب	مصنف / مرتب / مترجم
۱	قرآن کریم	کلام اللہ
۲	صحیح بخاری شریف	امام محمد ابن اسماعیل بخاری
۳	صحیح مسلم شریف	امام ابوالحسین مسلم بن حجاج
۴	مشکوٰۃ شریف	امام شیخ ولی الدین تہمیزی
۵	مسند امام احمد	امام ابو عبد اللہ احمد ابن حنبل
۶	سنن ابن ماجہ	امام ابو عبد اللہ بن یزید قزوینی
۷	سنن ابن داؤد	امام سلیمان بن اشعث ابوداؤد
۸	ترمذی شریف	امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی
۹	تیسیر شرح جامع صغیر	امام زین الدین عبدالرؤف مناوی
۱۰	فیض القدر شرح جامع صغیر	امام زین الدین عبدالرؤف مناوی
۱۱	طبرانی	امام ابوالقاسم سلیمان احمد طبرانی
۱۲	مرقاۃ شرح مشکوٰۃ	امام نور الدین المعروف ملا علی قاری
۱۳	اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ	علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی
۱۴	حاکم مستدرک	امام ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری
۱۵	مجمع البحار	علامہ شیخ محمد طاہر صدیقی ہندی
۱۶	مجمع الزوائد	علامہ نور الدین علی بن ابوبکر بیہقی
۱۷	کنز العمال	علامہ علاء الدین متقی ہندی
۱۸	ترغیب و ترہیب	امام زکی الدین عبدالعظیم منذری

نمبر شمار	کتب	مصنف / مرتب / مترجم
۱۹	المآ فی المصنوعہ	امام جلال الدین عبدالرحمن سیوطی
۲۰	تفسیر درمنثور	حافظ کبیر جلال الدین سیوطی
۲۱	تفسیر خازن	علامہ علاء الدین المعروف بخازن
۲۲	تفسیر کبیر	علامہ ابو عبد اللہ فخر الدین رازی
۲۳	حاشیہ صاوی	علامہ احمد بن محمد صاوی خلوتی
۲۴	احکام القرآن	علامہ ابو بکر احمد جصاص رازی
۲۵	اتقان فی علوم القرآن	امام جلال الدین عبدالرحمن سیوطی
۲۶	رد المحتار	علامہ محمد امین ابن عابدین شامی
۲۷	در مختار	علامہ علاء الدین حصکفی
۲۸	فتاویٰ رضویہ	امام احمد رضا خاں قادری بریلوی
۲۹	الطیب الوجیز	امام احمد رضا خاں قادری بریلوی
۳۰	بہار شریعت	صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی
۳۱	نزہۃ المجالس	امام عبدالرحمن صفوری شافعی